رمضان

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

بابرکت مہینہ اور موسم بہار کی قدر

سچے خوش نصیب وہ لوگ نہیں جنہوں نے لاٹری کا ٹکٹ خرید کر اپنا روپیہ گنوایا اور ایمان خراب کیا، نہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے یہ مبارک زمانہ اور قیمتی وقت لہو ولعب اور کھیل تماشے میں گزار دیا، سچے خوش نصیب وہ ہیں جنہوں نے اس بابرکت مہینہ اور موسم بہار کی قدر کی، اپنی زندگی کی قیمت سمجھی، اور اس مہینہ کو مجاہدہ، نفس کشی، عبادت وریاضت، صبر واستقامت اور زہد وطاعت میں گزارا، اگر مکروہات سے پرہیز نہ ہوتا تھا تو ان دنوں میں اس کا التزام کیا، اگر نوافل کا حصہ کم تھا تو اس میں اضافہ کیا، اگر صدقہ وخیرات کی عادت نہ تھی تو ان ایام میں اس کی طرف خصوصی توجہ دی، غیبت وبدکلامی اور فضول گوئی کی عادت تھی تو اس سے توبہ کی، بدخیالی یا بدنگاہی سے بچنا مشکل تھا تو اس مہینہ میں اس سے مکمل اجتناب کا عہد کیا، ایسے وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ امید ہوتی ہے کہ ان کی بقیہ زندگی بھی ان کی اس حسن نیت اور حسن عمل کی بدولت اسی رمضان کے حکم میں آجائے گی۔

حدیث شریف میں تین قسم کے لوگوں پر بڑے افسوس کا اظہار کیا گیا ہے۔ ایک وہ جو رمضان جیسا مہینہ پائے اور اپنی مغفرت نہ کروا سکے، ایک وہ جس کے بوڑھے ماں باپ ہوں اور ان کی خدمت کر کے جنت کا مستحق نہ بن سکے، اور ایک وہ جس کے سامنے حضور اکرمؐ کا نام لیا جائے اور وہ درود نہ پڑھے۔

یہ وہ آئینہ ہے جس میں ہم خوش قسمت وبدقسمت دونوں کی صورت پوری طرح پہچان سکتے ہیں۔ اگر ہمارے اور دنوں اور رمضان کی ان مبارک ساعتوں میں سوائے شاندار افطار اور پرتکلف سحری کے اور کچھ فرق نہیں تو یہ ہم میں سے ہر ایک کے لیے بہت فکر اور تشویش کی بات ہے۔ یہ نہ صرف ایمانی زندگی کے جمود کی علامت ہے بلکہ انحطاط کی نشانی ہے، اور یہ بہت خطرناک منزلوں تک لے جاسکتی ہے۔

مولانا سید محمد الحسنیؒ

سالانہ زرتعاون -/250

۱۰/ جولائی ۲۰۱۲ء

فی شمارہ =/12₹

پندرہ روزہ تعمیرِ حیات لکھنؤ

جلد نمبر ۴۹ | ۱۰ر جولائی ۲۰۱۲ء مطابق ۱۹ر شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ | شمارہ نمبر ۱۷

اِس شمارے میں

شعروادب
سخت کٹھن ہے عشق کی منزل — مولانا محمد احمد پرتاپ گڑھی — ۲

اداریہ
کہتے تو ہیں بھلے کی وہ لیکن بری طرح — شمس الحق ندوی — ۳

فضائل رمضان
اللہ تعالیٰ کا مہینہ — حضرت مولانا اشرف علی تھانوی — ۵

ماہ مبارک
رمضان۔ رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ — مولانا سید محمد رابع حسنی — ۶

تحفۂ رمضان
تراویح۔ رمضان کی اہم خصوصیت — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۸

ایمان ویقین
کامیابی کا راز صرف طاقت نہیں — مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی — ۱۰

فکر معاصر
وحدت کا تصور کیونکر ممکن؟ — مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی — ۱۲

معجزۂ ربانی
قرآن کریم۔ کتاب ہدایت اور نسخۂ شفا — شیخ خالد بن علی الحلاوی — ۱۳

احکام ومسائل
ہم اپنے مالوں کی زکوٰۃ کیسے نکالیں؟ — مولانا مفتی محمد تقی عثمانی — ۱۶

فقہ و فتاویٰ
سوال وجواب — مفتی محمد ظفر عالم ندوی — ۱۹

اعمال رمضان
موسم کا رمضان — فیصل احمد بشکلی ندوی — ۲۰

خبر و نظر
عالم اسلام — جاوید اختر ندوی — ۲۳

رپورٹ
دارالعلوم میں سہ روزہ کتاب کشاپ — سلمان تنیم ندوی — ۲۵

اپیل
دل خیر حضرات کی خدمت میں — شعبۂ تعمیر وترقی — ۳۰

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مولانا مفتی محمد ظہور ندوی
(نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی
(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

• مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی • مولانا خالد ندوی غازی پوری
• نعیم الرحمن صدیقی ندوی

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007
E-mail: nadwa@sancharnet.in, Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

سالانہ زرتعاون -/250 | فی شمارہ -/12 | ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لئے۔ $50 یا ڈالر

ادارہ تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر ارسال کریں۔ چیک سے تبھی بنانے والی رقم صرف All CBS Payable Multicity Cheques قبول فرمائیں۔ صورت دیگر 30/- چیک کلکشن چارجز شامل کرکے رقم بھیجیں۔

آپ کے خریداری نمبر کے نیچے لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلد ہی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

Ready made
R.C.C. Precast
Minar for Masjid.

آر سی سیمنٹ کے پریکاسٹ تیار شدہ مسجد کے مینار، کم قیمت، کم وقت میں فٹنگ، مضبوط اور خوشنما مینار کے لیے رابطہ کریں۔

ZAM ZAM MINAR زم زم مینار

Old Haiderganj, Lucknow اولڈ حیدرگنج، لکھنؤ

Mob.: 9935511786,9793380786 موبائل
9793379786, 9453138424
website: www.Zamzamminar.com ویب سائٹ

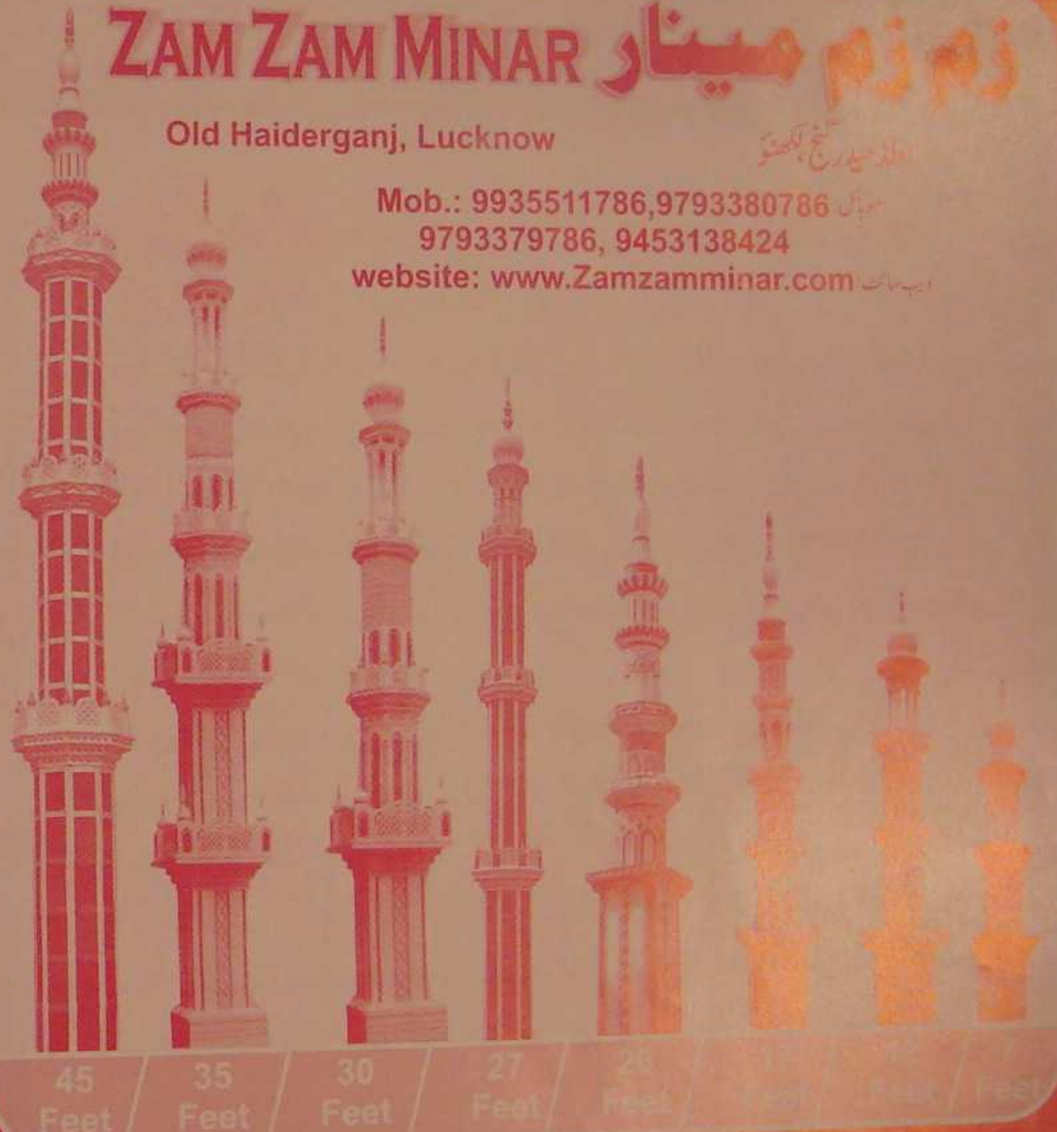

شیشہ وٹائلس کے بھی مینار 7 سے 45 فٹ تک آرڈر پر بنتے ہیں۔

شعر وادب

سخت کٹھن ہے عشق کی منزل

مولانا محمد احمد پرتاپ گڑھیؒ

ہوتا ہے جو عشق میں کامل ☆ طے ہوتی ہے اس کی منزل
دوستو! کچھ آسان نہیں ہے ☆ دل مشکل سے بنتا ہے دل
ہوجاتی ہے راہ طلب میں ☆ مشکل آساں، آساں مشکل
سوچ سمجھ کر تھامے دامن ☆ سخت کٹھن ہے عشق کی منزل
ان کی مرضی میں تو فنا ہو ☆ اتنا ہی ہے عشق کا حاصل
اہل نظر سے چھپ نہیں سکتا ☆ کون ہے ناقص ، کون ہے کامل
صدق سے آئیں راہ طلب میں ☆ تب جا کر کچھ ہوگا حاصل
طالب صادق کو ہو مبارک ☆ ڈھونڈتی ہے خود اس کو منزل
وہ تو ہے ہر حال میں شاداں ☆ جس نے دیا ان کو اپنا دل
اہل محبت کا کیا کہنا ☆ پائے ہوئے ہیں زیست کا حاصل
پوچھئے ان سے کیف مسرت ☆ جو ہیں ان کی بزم میں شامل
اللہ اللہ لذت طوفاں ☆ کیا سمجھیں گے طالب ساحل
ان کی شان کا کیا کہنا ہے ☆ جن کا ہر اک گام ہے منزل
جس کا حال ہے رشک جنت ☆ اس کا کیا ہوگا مستقبل
دیکھتا ہے اپنے کو احمدؔ ☆ کامل ناقص، ناقص کامل
جیسی جس کی طلب ہو احمدؔ
دور بھی ہے نزدیک بھی منزل

☆☆☆☆☆

اداریہ

کہتے تو ہیں بھلے کی وہ لیکن بری طرح

شمس الحق ندوی

الحمدللہ ہم مسلمان ہیں، مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ زندگی عارضی اور فانی ہے، اس دنیا کی محدود زندگی گذرنے کے بعد جب انسان مرتا ہے تو وہ دراصل مرتا نہیں، بلکہ موت کے پل سے گذر کر دائمی زندگی پاجاتا ہے، جس کو کبھی فنا نہیں، اسی زندگی کو آخرت کی زندگی کہا جاتا ہے، اس دوسری زندگی میں انسان کو کوئی عمل نہ کرنا ہوگا، بلکہ دنیا کی فانی اور عارضی زندگی میں اچھا یا برا جو عمل اس نے کیا ہے، اب اس کا صلہ پائے گا، اچھا کیا ہے تو عیش وتنعم کی زندگی پائے گا جس کو دین اسلام کی اصطلاح میں "جنت" کہا جاتا ہے اور برا کیا ہے تو اس کا برابدلہ پائے گا، عذاب وسزا کی زندگی گذارے گا، جب تک اس کی شامت اعمال کے داغ دھبے دھل نہ جائیں، اس عذاب وسزا کی جگہ دین اسلام کی اصطلاح میں "جہنم" کہا جاتا ہے، یہ ایک مسلمان کا عقیدہ ہے، اس میں اس کو ذرہ برابر شک نہیں ہوتا، اگر ہو تو وہ صحیح معنوں میں مسلمان نہیں۔

اس آخرت والی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے دین اسلام نے بہت سے اصول وقاعدے اور احکامات بتائے ہیں جو ہم تک قرآن وحدیث کی شکل میں پہونچے اور موجود ہیں، اسوقت وہ تمام تفصیلات ہمارا موضوع نہیں ہیں۔

اس وقت ہمارا موضوع انسانی اعضاء میں سے صرف زبان ہے، انسانی اعضاء میں اس کو اتنی اہمیت کی حامل ہے کہ جب تک انسان کو بولنا نہ آتا ہو وہ اپنے جذبات واحساسات کا اور ضروریات وتقاضوں کا اظہار نہیں کرسکتا، زبان اتنی نازک واہم چیز ہے کہ اس سے انسان عزت، پیار، محبوبیت اور مقبولیت حاصل کرلیتا ہے اور اس زبان کی بے احتیاطی اور غلط وبے جا استعمال سے معتوب ومغضوب ہوجاتا ہے، خدا کی ناراضگی کے ساتھ ساتھ اپنے جیسے انسانوں کو بھی اپنا مخالف ودشمن بنالیتا یا کم از کم یہ کہ اپنے سے متنفر کردیتا ہے، زبان کی اس نزاکت واہمیت اور دودھاری تلوار ہونے ہی کی وجہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص دو چیزوں کی ذمہ داری لے لے، میں اس کے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں، زبان اور شرمگاہ"۔ آپ ﷺ کے الفاظ یہ ہیں: "من یضمن لی مابین لحییہ ومابین رجلیہ أضمن لہ الجنۃ"۔ [متفق علیہ]

یہ موضوع بہت وسیع ہے، اس وقت تو ہم اپنی اس برادری سے کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں جو قوم وملت کی خدمت میں سرگرم عمل ہے اور ملت کو مثبت وبامقصد کاموں میں لگنے کی دعوت دینے کے مبارک وضروری کام میں مصروف ہے۔

زبان سے نکلنے والے الفاظ کی دو شکلیں ہوتی ہیں، ایک آواز کی شکل میں جس کو تقریر وگفتگو سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ایک تحریر کی شکل میں جس کو مضمون ومقالہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اگر ہم اپنی تقریر یا تحریر میں اپنے ہزار مخلص ہونے کے باوجود طنز وتعریض کا اسلوب اپنائیں گے تو ہمارے ناقص خیال میں ہماری یہ تقریر وتحریر مفید ہونے کے بجائے مضر ثابت ہوگی، جن لوگوں کو ہم اپنے ساتھ لے کر کام کرنا چاہتے ہیں یا جن سے کام لینا اور ان کو کام میں لگانا چاہتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ ہم سے دور ہوجائیں گے، بلکہ وہ ہم سے متنفر ہوجائیں گے اور ہماری مخالفت پر اتر آئیں گے۔

یہی وجہ تھی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جب دعاۃ ومبلغین کو بھیجا تو آپ ﷺ نے تلقین فرمائی: "یسرا ولا تعسرا، بشرا ولا تنفرا"۔ (آسانی اور نرمی کرو، سختی نہ برتو، خوشخبری سناؤ، دوری اور نفرت پیدا کرنے والی باتیں نہ کہو)۔

بعض وقت ہم اپنے مقررین اور اصحاب قلم کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی تقریر وتحریر میں قوم کو اس طرح مخاطب کرتے ہیں کہ وہ گویا مردہ ہوچکی ہے، اب اس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں ہے، اب یہ اٹھنے اور سنبھلنے کے لائق نہیں رہی، وہ مریض کیسے اچھا ہوسکتا ہے، جس کو دیکھ کر ڈاکٹر حیرت وتعجب کے انداز میں کہے: اوہو، اب تک کہاں تھے، تمہارا مرض اب لاعلاج ہوچکا ہے، اچھا لو، میں یہ دوائیں لکھتا ہوں، ان کو استعمال کرو، ان سے فائدہ ہوگا۔

ان ناتجربہ کار معالج کی زبان سے جو الفاظ نکلے ہیں، انہوں نے تو مریض کی رہی سہی جان بھی لے لی، اب دوا سے کیا فائدہ ہوگا؟ اب تو وہ اپنی موت کے دن گنے گا اور جب مرنا ہی ہے تو دل کھول کر بدپرہیزی کرے گا جو حکیم صاحب کی دواؤں کے اثرات کو ختم کرتی رہے گی، کیا اس طرح مریض اچھا ہوسکتا ہے؟! یہی حال ایسے مقررین واصحاب قلم کا ہے جو اپنے جوش خطابت اور زور قلم سے ملت کو مردہ ثابت کرتے ہیں، پھر ماتم کرتے ہیں کہ قوم ہماری آواز پر لبیک نہیں کہتی۔

شاید حالی نے ہمارے ایسے ہی خطیبوں اور اصحاب قلم کے لئے کہا تھا ع

کہتے تو ہیں بھلے کی وہ لیکن بری طرح

امت مسلمہ اس وقت خستہ حال ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے طوفانوں میں گھری ہوئی ہے، وہ اندر و باہر دونوں طرف کے دشمنوں کے نرغہ میں ہے، اس کو سہارا دینے، اٹھانے اور بیدار کرنے کے لئے زبان نیش زن نہیں، بلکہ زبان ہوشمند کی ضرورت ہے، کچھ بولنے اور لکھنے سے پہلے خوب غور کرلینا چاہئے کہ اس طرز کلام سے ہمارے مقصد کو کتنا نفع پہونچے گا اور کتنا نقصان؟ نفع ونقصان کا تناسب کیا ہوگا؟ کام کرنے کیلئے جس طرح مخلص ہونا ضروری ہے، اسی طرح حسن ادا اور حسن اسلوب بھی ضروری ہے، اس زعم میں کہ ہم مخلص ہیں، چاہے جس طرح چاہیں کہیں، لوگوں کو ماننا ہی چاہئے، بڑی سادہ لوحی اور خام خیالی کی بات ہے۔

لکھتے اور بولتے وقت اپنے کو خوب تول لینا چاہئے کہ جو کچھ ہم کہنے یا لکھنے جارہے ہیں، اس میں کہیں ہمارے نفس امارہ کا دخل تو نہیں ہوگیا ہے، کہیں ہم اس زعم باطل میں تو نہیں مبتلا ہوگئے ہیں کہ وہی طرز وطریقہ صحیح ہے جس کو ہم سوچتے اور اپناتے ہیں، ہم دین کا کام کرتے ہیں، ہم ایثار وقربانی سے کام لیتے ہیں، ہم قوم کی فکر میں گھلے جارہے ہیں، اس لئے جس اسلوب میں بھی قوم کو دعوت عمل دیں، اس کو ماننا چاہئے، انبیاء کرام سے زیادہ مخلص کون ہوسکتا، مگر ان کو بھی یہی تعلیم ربانی ہے کہ:

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾ .[سورہ نحل] (اے پیغمبر! لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقہ سے ان سے مناظرہ کرو)۔

دعوت میں حکمت اور اچھے اسلوب وانداز کا اپنانے کو حکم تو ہے ہی، بحث ومباحثہ کی ضرورت پیش آجائے تو اس میں بھی اچھا اسلوب وانداز اپنانے کی تعلیم دی گئی ہے، پھر ہمارا اپنے لکھنے اور بولنے میں ہر قید وبند سے آزاد ہونا کیوں کر مفید ہوسکتا ہے؟ ہم جو کچھ لکھتے اور بولتے ہیں وہ ہوا میں نہیں چلا جاتا، بلکہ: ﴿مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ﴾ .[سورۂ ق] (کوئی بات اس انسان کی زبان پر نہیں آتی، مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے)۔

لہٰذا ہمیں لکھنے اور بولنے میں نفس کے داعیہ کو نہیں، بلکہ ضرورت ومصلحت کے داعیہ کو سامنے رکھ کر بہتر ودلکش انداز میں اپنی بات کو پیش کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ ہم نیکی برباد گناہ لازم کا شکار نہ ہوجائیں، بلکہ: ﴿وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ .[سورۂ روم] (اور جن لوگوں نے ہمارے لئے کوشش کی، ہم ان کو ضرور اپنے راستے دکھادیں گے) کا مصداق قرار پائیں۔

محاذ پر لڑنے والی فوج سے اگر یہ کہا جائے کہ تم کیسی ناسمجھ ہو، بغیر مشق وتیاری کے میدان میں آگئی ہو، ہتھیار بھی تمہارے اچھے نہیں ہیں، تو یہ فوج اگر میدان جیت بھی رہی ہوگی تو ہار جائے گی، یہی وجہ تھی کہ جنگ کے زمانے میں فوج کو مقابل ملک کے ریڈیو کو سننے کی پابندی ہوتی ہے کہ اس کے پروپیگنڈے کا اثر فوج کے حوصلوں پر پڑے گا، بلکہ اپنے ریڈیو سے حوصلہ بڑھانے والی خبریں سنائی جاتی ہیں۔

ہمارا خارجی دشمن اپنی اور بہت ساری سازشوں اور چالوں کے ساتھ ایک چال یہ بھی چل رہا ہے کہ مسلمانوں کو میڈیا کے ذریعہ اتنا دبا اور پسا ہوا دکھایا جائے کہ ان کے حوصلے پست ہوجائیں اور ان کے اندر دنیا کی پست ترین اور نکمی ترین قوم ہونے کا احساس پیدا ہوجائے کہ وہ حالات کا مقابلہ کرنے اور ہمت وحوصلہ سے کام لینے کا خواب بھی نہ دیکھ سکیں۔ ایسے میں ضروری ہے کہ ہم مسلمانوں میں اپنے دین وایمان کی حقانیت اور اس کے ہر عہد وزمانہ کا ساتھ دینے کی صلاحیت کو آشکارا کریں اور اس پر یقین واعتماد کو بحال کریں نہ یہ کہ داخلی اور فروعی مسائل پر بحث ومباحثہ کرکے اپنی صفوں میں انتشار پیدا کریں۔

ہاں! جہاں تک فرق باطلہ کا تعلق ہے، اس کا اچھے اور مناسب اسلوب بیان میں مقابلہ کرنا چاہئے کہ وہ خود حقیقت حال پر غور کرنے پر مجبور ہوں۔

☆☆☆☆☆

فضائل رمضان

اللہ تعالیٰ کا مہینہ

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "شعبان شهری ورمضان شهر اللّٰه" یعنی شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان شریف اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے، حالانکہ اگر دیکھا جائے تو سب مہینے اللہ تعالیٰ کے ہیں، یہ ایسا ارشاد ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ کے بندوں کو "عباد الرحمٰن" فرمایا گیا، حالانکہ بلحاظ انسان سب انسان اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، "عباد الرحمٰن" صرف ان بندوں کو کہا گیا جن میں خاص اوصاف ہوں، جیسا کہ سورۂ فرقان کے آخری رکوع میں یا قرآن پاک کے چند مقامات پر ان صفات کا ذکر فرمایا، انہی مذکورہ اوصاف سے متصف لوگ ہی "عباد الرحمٰن" کہلانے کے مستحق ہیں، اور یہ صفات سب انسانوں میں کہاں؟ اکبر الہ آبادی مرحوم نے کہا ہے ؎

دل میرا جس سے بہلتا کوئی ایسا نہ ملا
بت کے بندے تو ملے کوئی اللہ کا بندہ نہ ملا

حضور فداہ ابی وامی نے ماہ رمضان کو "شهر اللّٰه" اس لیے فرمایا کہ اس میں ایسی چند امتیازی خصوصیات ہیں جو دوسرے مہینوں میں نہیں، مثلاً:

۱۔اس مہینہ میں قرآن پاک نازل کیا گیا۔ [البقرہ:۱۸۵]

۲۔اس مہینہ میں سب مسلمانوں (بالغ مرد وزن) پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا۔ [البقرہ:۱۸۲]

۳۔اس مہینہ میں شیطان اور سرکش جنات کو قید کردیا جاتا ہے۔ [ترمذی، ابن ماجہ، احمد]

۴۔اس مہینہ میں دوزخ کے سب دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔ [ترمذی، ابن ماجہ، احمد]

۵۔اس مہینہ میں جنت کے سب دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ [نسائی، احمد]

۶۔اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔ [بیہقی]

۷۔اس مہینہ میں ہر دن رات میں مسلمانوں کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ [بزار]

۸۔اس مہینہ کی پہلی تاریخ سے آخری رمضان تک نماز فجر سے غروب آفتاب تک ستر ہزار فرشتے روزہ داروں کی مغفرت کے لیے دعا کرتے ہیں۔ [بیہقی]

۹۔اس ماہ میں حق تعالیٰ رحمت خاصہ نازل فرماتے ہیں۔ [طبرانی]

۱۰۔اس مہینہ میں فرض کا ادا کرنا ایسا ہے جیسے دوسرے مہینے میں بہتر فرضوں کا۔ [بیہقی]

۱۱۔اس مہینہ میں نفل پڑھنا ایسا ہے جیسے دوسرے مہینوں میں فرض پڑھنا۔ [بیہقی]

۱۲۔اس مہینہ کے ہر شب وروز میں اللہ کے یہاں جہنم کے قیدیوں کو چھوڑا جاتا ہے۔ [بزار]

۱۳۔اس مہینہ میں عرش اٹھانے والے فرشتوں سے کہا جاتا ہے کہ اپنی عبادت کو چھوڑو، بلکہ روزہ داروں کی دعا پر آمین کہو۔ [ترغیب]

۱۴۔اس ماہ میں تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، اس کے محض ایمان اور طلب ثواب کی غرض سے پڑھنے سے گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسا کہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ [نسائی]

۱۵۔یہ مہینہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں روزہ رکھنے والوں کی شفاعت کرے گا جو قبول کی جائے گی۔

۱۶۔اس ماہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف سنت مؤکدہ ہے، جس کا ثواب دو حج اور دو عمروں کی مانند ہے۔ [بیہقی]

۱۷۔اس مہینہ میں ایک رات ہے، جس کا نام لیلۃ القدر ہے، اس ایک رات کی عبادت ایک ہزار ماہ کی عبادت سے افضل ہے۔

۱۸۔اس مہینہ کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا عشرہ مغفرت اور آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے۔

۱۹۔اس ماہ میں بنی آدم کے ہر عمل کو بڑھایا جاتا ہے، یہاں تک کہ ایک نیکی دس گنی بلکہ سات سو گنا تک ہوسکتی ہے۔

۲۰۔جنت کے آٹھ دروازے ہیں، جن میں سے ایک دروازہ کا نام "باب الریان" سوائے روزہ داروں کے اس میں سے کوئی داخل نہ ہوگا۔

۲۱۔اس ماہ کی آخری رات کو سب روزہ داروں کی بخشش کی جاتی ہے۔ [احمد]

یہ چند خصوصیات بطور نمونہ مشتے از خروارے ذکر کیے ہیں۔

ہر مومن کو چاہیے کہ وہ اس مہینے کی قدر کرے اور اس کے انوار وبرکات سے خوب فائدہ اٹھائے۔

☆☆☆☆☆

ماہ مبارک

رمضان- رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ

مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ

رمضان المبارک کی آمد آمد ہے، کتنے خوش نصیب ہیں وہ بھائی اور بہنیں جن کی زندگی میں یہ ماہ مبارک پھر آرہا ہے اور ان سب میں زیادہ خوش نصیب وہ ہے جو ماہ مبارک کی قدر و قیمت پہچانیں اور اس کا پورا حق ادا کریں، یہ ماہ مبارک دیکھنے میں بارہ مہینے میں سے ایک مہینہ ہے، لیکن خدا نے اس ماہ میں جو برکتیں اور رحمتیں رکھی ہیں وہ کسی اور ماہ کو میسر نہیں، اس کی قدر و قیمت کا اندازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ ﷺ کے طریقوں سے کیجئے۔

ہمارے آپ کے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شعبان ہی کے مہینہ سے رمضان مبارک کی تیاری فرمایا کرتے اور شعبان کا اکثر حصہ روزوں میں گزارتے اور جب رمضان المبارک قریب آتا تو آپ ﷺ کمربستہ ہوجاتے اور تمام لوگوں کو جمع فرما کر منبر پر تشریف رکھتے اور رمضان المبارک کے متعلق مکمل ہدایات دیتے، اس کے فضائل و مناقب سناتے اور لوگوں کو رمضان المبارک میں عبادت اور محنت، ایثار و صدقہ و خیرات، روزہ، استغفار و تلاوت کی ترغیب دیتے اور اس ماہ میں غفلت و کوتاہی پر سخت غصہ فرماتے، حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے رمضان المبارک کے قریب فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آگیا ہے جو بڑی برکت والا ہے، اللہ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہے، اپنی رحمتوں سے نوازتا ہے، گناہوں کو معاف کرتا ہے، دعا کو قبول کرتا ہے اور تمہارے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر نیکی کرنے کو دیکھتا ہے اور فرشتوں میں فخر سے بیان کرتا ہے، پس اللہ کو اپنی نیکی دکھاؤ، بدنصیب ہے وہ جو اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جائے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ''میری امت کو رمضان کے بارے میں پانچ خاص نعمتوں سے نوازا گیا ہے جن سے پہلی امتیں محروم ہیں:

۱۔ان کے منہ کی بو (جو روزہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے) اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

۲۔ان کے لئے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں۔

۳۔جنت ہر روز ان کے لئے آراستہ کی جاتی ہے اور اللہ فرماتا ہے کہ قریب ہے کہ میرے بندے اپنے اوپر سے مشقتوں کا بوجھ اتار کر تیرے اندر آجائیں۔

۴۔سرکش شیاطین مقید کردیئے جاتے ہیں۔

۵۔رمضان کی آخری شب میں روزہ داروں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔

آپ ﷺ کے علاوہ صحابہ کرامؓ اور صحابی بیبیوں کا حال رمضان کے آتے ہی کچھ سے کچھ ہوجاتا تھا، وہ حضرات رات بھر عبادت کرتے، دن کو روزہ رکھتے اور صرف کھانے پینے سے نہ بچتے، بلکہ ہر چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے اپنے کو بچاتے، اپنی نگاہوں کی اور اپنی زبان کی حفاظت کرتے حتی کہ صحابی بیبیاں اپنے بچوں اور بچیوں کو روزہ رکھنے کی عادت ڈلواتیں۔

ایک زمانہ تھا کہ روزہ رکھنے والے اور نہ رکھنے والے تمام لوگ رمضان کی عزت کرتے تھے، بازاروں میں کھانے پینے کی چیزیں نہ ملتی تھیں، دوکانوں پر پردے پڑ جاتے تھے، کوئی بیمار اور معذور آدمی بھی برسرعام نہ کھاتا تھا، ہر آنے جانے والا دیکھ کر جانتا تھا کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے، غیر مسلم بھی احتیاط کرتے تھے، لیکن اب روز بروز یہ احترام بھی ختم ہورہا ہے، آج خود مسلمان دھڑلے سے کھاتا پیتا ہے اور خود اپنے مذہب اور اپنے دین کا مذاق اڑاتا ہے، بازاروں میں مسلمان مرد اور مسلمان عورت کھانے پینے سے نہیں ہچکچاتی، ان آنکھوں نے خود روزہ کے دنوں میں مسلمان برقعہ پوش خواتین کو ہوٹلوں میں کھاتے پیتے دیکھا، اس سے بڑھ کو خدا کے احکام کے ساتھ مذاق اور کیا ہوگا اور اس سے بڑھ کر بے غیرتی کی اور کیا بات ہوگی؟!

رمضان المبارک موسم بہار بن کر آتا، چہروں پر رونق آجاتی، دن ہو یا رات ہر ہر گھر سے قرآن پڑھنے کی آواز آتی، الغرض غریب و امیر، ان پڑھ و عالم، مرد و عورت، چھوٹا بڑا ہر ایک مست و سرشار نظر آتا اور جب رمضان رخصت کرتے اور دعا کرتے کہ خدایا! ہماری زندگی میں یہ دن پھر نصیب ہوں۔

یہ تو حال تھا ان بزرگوں کا، لیکن اب ذرا اپنی حالت کا جائزہ لیجئے کہ آج کل جب رمضان

المبارک آتا ہے تو ہمارا کیا حال ہوتا ہے، نہ وہ امنگیں ہوتی ہیں نہ وہ جذبۂ عبادت، نہ وہ نگاہوں اور زبان کی حفاظت، نہ تلاوت کا شوق، نہ استغفار کی کثرت، ہم مسلمان بھائیوں اور بہنوں میں ایسے بہت ملیں گے جو روزہ تک نہیں رکھتے اور خدا کے حکم کو پس پشت ڈال کر آزادی سے زندگی گزارتے ہیں، رمضان آتا ہے اور گزر جاتا ہے اور اللہ کے بندوں کو پتہ تک نہیں چلتا کہ کون سا مبارک مہینہ ان کے سروں پر سایہ فگن ہے، بلکہ رمضان کے آنے سے ان کو تکلیف اور اس کے جانے سے یک گونہ خوشی محسوس ہوتی ہے، نہ تو خود روزہ رکھتے ہیں اور نہ اس پر ان کو افسوس ہوتا ہے، مجھ کو اپنے بچپن کا ایک واقعہ یاد ہے کہ میرے یہاں ایک مسلمان عورت آئی، وہ روزہ سے نہ تھی، چند بیبیوں نے اس سے کہا کہ تم روزہ کیوں نہیں رکھتیں؟ تو اس نے بڑی جسارت سے جواب دیا: میں روزہ کیوں رکھوں، کیا میرے یہاں کھانے کو نہیں؟ یہ جملہ کتنا سخت اور گستاخانہ ہے خدا اس سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔

ایک زمانہ تھا کہ روزہ رکھنے والے اور نہ رکھنے والے تمام لوگ رمضان کی عزت کرتے تھے، بازاروں میں کھانے پینے کی چیزیں نہ ملتی تھیں، دوکانوں پر پردے پڑ جاتے تھے، کوئی بیمار اور معذور آدمی بھی برسرعام نہ کھاتا تھا، ہر آنے جانے والا دیکھ کر جانتا تھا کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے، غیر مسلم بھی احتیاط کرتے تھے، لیکن اب روز بروز یہ احترام بھی ختم ہورہا ہے، آج خود مسلمان دھڑلے سے کھاتا پیتا ہے اور خود اپنے مذہب اور اپنے دین کا مذاق اڑاتا ہے، بازاروں میں مسلمان مرد اور مسلمان عورت کھانے پینے سے نہیں ہچکچاتی، ان آنکھوں نے خود روزہ کے دنوں میں مسلمان برقعہ پوش خواتین کو ہوٹلوں میں کھاتے پیتے دیکھا، اس سے بڑھ کو خدا کے احکام کے ساتھ مذاق اور کیا ہوگا اور اس سے بڑھ کر بے غیرتی کی اور کیا بات ہوگی؟!

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان مسلمانوں کی تعداد بھی الحمدللہ کم نہیں جو رمضان کا احترام کرتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں اور شب بیداری کرتے ہیں اور اپنی بخشش کا سامان کرتے ہیں، رمضان کے آتے ہی مسجدوں میں رونق بڑھ جاتی ہے، نیکیوں کی طرف رجحان پیدا ہوتا ہے، نمازیوں کی تعداد زیادہ ہوجاتی ہے، لیکن روزہ داروں اور شب بیداروں میں بھی ایسے لوگ زیادہ نہیں جو رمضان المبارک کے پورے حقوق کا لحاظ رکھتے ہوں اور تمام آداب کا خیال کرتے ہوں، اس سے غافل نہ ہونا چاہئے کہ روزہ صرف اس کا نام نہیں کہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک نہ کھائے نہ پئے، بلکہ روزہ میں ان دونوں کے علاوہ اور بہت سی چیزوں سے پرہیز کرنا لازم ہے، زبان اور نگاہ کی حفاظت بھی ضروری ہے، ہماری بہت سی بہنیں روزہ تو رکھ لیتی ہیں، مگر اپنی زبان کی حفاظت نہیں کرپاتیں، جہاں چار بہنیں جمع ہوئیں زبان کھل گئی اور جب زبان کھلی تو اچھی بری بات سب نکلی، غیبت ہوئی، کسی کی چغلی ہوئی اور ان جیسی اور دوسری برائیاں سرزد ہونا ضروری ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف فرمادیا ہے:

''جو شخص روزہ میں غلط گوئی اور غلط کاری نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کے کھانے اور پانی چھوڑنے کی کوئی حاجت نہیں اور نہ کوئی پرواہ ہے''۔

اس لئے کوئی بھائی ہو خواہ کوئی بہن، اگر اس کو خواہش ہے کہ اس کا روزہ کارآمد ہو تو وہ اپنی زبان و نگاہ کی حفاظت بھی کرے، نہ کسی سے لڑے نہ جھگڑے، نہ کسی کو برا بھلا کہے، ہماری بہت سی بہنیں جو تم با کو کی عادی ہوتی ہیں وہ دن بھر جھنجھلاہٹ سے گزارتی ہیں، ذرا ذرا سی بات پر غصہ آجاتا ہے اور بعض گھرانوں میں لڑائی تک ہونے لگتی ہے، یہ بات بڑے خیال کی ہے، روزہ اس لئے تو نہیں کہ آدمی دوسروں کے لئے مصیبت بن جائے، ایسے روزہ سے کیا فائدہ کہ بھوک پیاس کے علاوہ اور کچھ ہاتھ نہ آئے؟!

اس کے علاوہ تلاوت، ذکر و اذکار، استغفار کے مواقع بھی بھائیوں سے زیادہ بہنوں کو حاصل ہوتے ہیں، آج بھی اس دور میں جب کہ دین سے حد درجہ غفلت طاری ہے، ایسے گھرانے موجود ہیں جہاں کہ بیبیاں اپنے تمام کام کاج کو انجام دیتے ہوئے بھی تلاوت سے غافل نہیں ہوتیں اور قرآن کریم کا اکثر حصہ روزانہ تلاوت کرلیتی ہیں، کیا ہماری بہنیں اتنا بھی نہیں کرسکتیں کہ وہ اپنے کام وغیرہ کے دوران میں قرآن کی کچھ نہ کچھ تلاوت بھی کرتی رہا کریں اور اپنی زبان و نگاہ کی حفاظت بھی کرتی رہا کریں، چلتے پھرتے گھر کا کام وکاج کرتے رہنے کے درمیان استغفار، درود شریف اور کلمہ وغیرہ کا ورد رکھتی رہیں، اگر ایسا نہیں ہے تو یہ ہمت کی پستی اور دین سے غفلت کا نتیجہ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور تمام بہنوں کو اس ماہ مبارک سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆☆☆

تحفۂ رمضان

تراویح - رمضان کی اہم خصوصیت

اور قرآن مجید کی حفاظت کا بڑا ذریعہ

.....حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

قرآن مجید ایک طرف تو انسانی رہنمائی کے لئے معجزانہ سطح کی عظیم المرتبت کتاب ہے، دوسرے اس کا پڑھنا سعادت بھی ہے، اللہ رب العزت کے اس کلام قرآن مجید کا رمضان المبارک سے بہت خصوصی تعلق ہے، اسی ماہ مبارک میں وہ نازل کیا گیا، اس کی اس خصوصیت کا خاص طور پر ذکر فرمایا:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ، هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ﴾.

اور رمضان کے مہینہ کی خصوصیات سے قرآن مجید کا تعلق بھی بہت ظاہر ہوتا ہے، اس ماہ مبارک میں وہ خوب پڑھا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بہت پڑھے جانے کا انتظام ہے، خاص طور پر نمازوں میں اور تراویح کی نماز تو شاید خاص طور پر اسی لئے رکھی گئی ہے، وہ پروردگار عالم کا کلام مقدس ہے، اس لئے اس کا پڑھنا بھی اسلامی عبادت ہے، تراویح کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا ایک بڑا ذریعہ بنایا ہے، اس کی وجہ سے قرآن سے اشتغال بہت ہی بڑھ جاتا ہے، اگر تراویح نہ ہوتی تو قرآن پر توجہ رمضان میں اتنی زیادہ نہ ہوتی، اسی تراویح کا نتیجہ ہے کہ پوری دنیا میں ہزاروں لاکھوں حفاظ قرآن پاک کو سناتے ہیں، جس کی وجہ سے قرآن پاک کی حفاظت کا بہترین انتظام ہے۔

رمضان المبارک میں تراویح کا عمل ایک مفید اور دینی تقویت کا بہترین ذریعہ ہے نیز اس کا قرآن مجید سے بہت گہرا تعلق ہے، اس میں قرآن مجید کے سننے اور سنانے کا ایسا زریں موقع حاصل ہوتا ہے جس سے سننے اور سنانے والے دونوں ہی بڑا فائدہ اٹھاتے ہیں اور کلام الٰہی کو سننے اور سنانے میں رضائے الٰہی کا جو حصول ہے وہ دینی ترقی اور قبولیت کا قیمتی ذریعہ ہے، اسی کے ساتھ ساتھ اس عمل سے قرآن مجید کی حفاظت کے عمل کو بڑی تقویت ملتی ہے اور ایمان والوں کو اس کی تقویت کا ذریعہ بننے کی سعادت ملتی ہے جس کی حفاظت کا اصلاً خود اللہ رب العالمین نے وعدہ فرمایا:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ﴾

مسئلہ کی رو سے تراویح ایک سنت عمل ہے اور وہ جماعت کے ساتھ عمل میں لائی جاتی ہے اور رمضان کی خصوصیات میں داخل ہے، اس طرح وہ بہت اہمیت بھی رکھتی ہے، دین میں اس کی اہمیت اور حقیقت پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے ''ارکان اربعہ'' میں جو تحریر فرمایا ہے وہ اس کے مختلف پہلوؤں پر اچھی روشنی ڈالتا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اس امت میں تراویح کی حفاظت اور اس کے اہتمام کا جذبہ بھی پیدا فرمایا ہے، تراویح کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، لیکن آپ نے تین دن پڑھ کر اس کو اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ کہیں یہ امت پر فرض نہ ہو جائے اور مشقت کا باعث ہو، ابن شہابؒ (زہری) روایت کرتے ہیں مجھ سے عروہؒ (ابن الزبیر) نے بتایا وہ کہتے ہیں، مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار دیر سے رات میں اپنے گھر سے نکلے اور مسجد میں نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ اور کچھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی، جب صبح ہوئی تو لوگوں نے اس کے متعلق گفتگو شروع کی اور بہت سے لوگ جمع ہو گئے، دوسرے روز جب آپ نے نماز پڑھی تو سب نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر صبح ہوئی اور اس کا چرچا ہوا، تیسری رات نمازیوں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور نماز پڑھی اور سب نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی، جب چوتھی رات آئی تو نمازیوں کی کثرت سے مسجد میں جگہ نہ رہی یہاں تک کہ فجر کی نماز کے لئے باہر تشریف لائے اور نماز پڑھنے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم لوگوں کی موجودگی مجھ سے پوشیدہ نہیں تھی، لیکن مجھے ڈر ہوا کہ یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے، پھر تم اس سے عاجز ہو جاؤ، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور یہی صورت رہی۔

[صحیح بخاری، باب فضل من قام رمضان]

آپ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر عمل پیرا رہے اور اس امت نے مختلف ملکوں اور مختلف زمانوں میں اس کی پوری حفاظت کی، یہاں تک کہ تراویح کی نماز تمام اہل سنت اور صالحین امت کی علامت بن گئی، اس کے علاوہ اس سے حفظ قرآن میں بھی بڑی مدد ملی، اس سلسلہ میں بعض ان ممالک کے ساتھ جو مرکز اسلام سے بہت دور تھے، اللہ تعالیٰ کا خاص فضل رہا، چنانچہ ہندوستان و

پاکستان میں تراویح اور ختم قرآن کا جتنا اہتمام ہے اور عوام و خواص سب اس کے گرویدہ ہیں، یہ بات اس درجہ میں کسی اور ملک میں نہیں ملتی، یہاں محلہ کی چھوٹی چھوٹی مسجدوں میں بھی تراویح کا اہتمام کیا جاتا ہے اور کم از کم ایک ختم ضرور ہوتا ہے، بڑی اور خاص مساجد میں کئی کئی ختم ہوتے ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس سنت کے التزام کی وجہ سے حفاظ کی تعداد میں بہت نمایاں اضافہ ہوا اور رمضان کی خاطر پورے سال قرآن مجید کے دور کا معمول بن گیا اور ایسے ایسے حفاظ پیدا ہوئے، جو حیرت انگیز کمالات رکھتے تھے اور حفظ قرآن کے شعبے میں غیر معمولی اور ممتاز حیثیت کے مالک تھے''۔ (ارکان اربعہ: ص/۲۶۸، ۲۶۹، از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل رمضان میں بیہقی اور ابن خزیمہ کے حوالہ سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ آخر شعبان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو خطاب فرمایا اور کہا کہ:

"قد أظلکم شهر عظیم مبارك شهر فیه لیلة خیر من ألف شهر جعل الله صیامه فریضة وقیام لیله تطوعاً"۔

(تمہارے اوپر ایک مہینہ آرہا ہے جو بہت عظیم برکت والا مہینہ ہے، اس میں ایک رات ہے شب قدر جو ہزاروں مہینوں سے بڑھ کر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے کو فرض فرمایا اور اس کے رات کے قیام یعنی تراویح کو ثواب کی چیز بنایا)۔

تراویح کے سلسلہ میں امت کا جو طرز عمل رہا ہے اور ائمہ دین نے اس کا جو اہتمام کیا ہے، اس سے اس کی اپنی انفرادیت و خصوصیت معلوم ہوتی ہے کہ اس کا اہتمام رات کے ابتدائی حصہ میں عشاء کی نماز کے ساتھ کیا گیا اور تہجد کا اہتمام اخیر شب میں۔ تراویح کی نماز جماعت سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بیس رکعات فقہائے صحابہ کے مشورے اور اتفاق سے مقرر کی، اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی سے امامت کرائی اور انہوں نے اس میں قرآن مجید سنایا، اس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے عملی طور پر پورا اتفاق ظاہر کیا اور اس کی وجہ سے یہ سنت ہر طرف عام ہو گئی اور یہ شرف و سعادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی کہ اس عظیم سنت کا اجرا ان کے ذریعہ ہوا اور قرآن مجید زیادہ سے زیادہ پڑھنے کا بھی یہ ذریعہ بنی اور حفاظ کے لئے بڑی مبارک ثابت ہوئی کہ وہ اس کے ذریعہ قرآن مجید کو اپنے سینہ میں محفوظ رکھتے ہیں، صحابہ کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین اور دوسرے ائمہ و محدثین، علماء و فقہاء اور دین پر عمل کرنے والوں نے اس کا التزام کیا اور حرمین شریفین میں بھی اس وقت سے تسلسل کے ساتھ تراویح پڑھی جاتی ہے۔

قرآن مجید مکمل کئے جانے کا عمل جاری ہے اور قرآن مجید مکمل ہونے کے بعد یہ طریقہ برقرار رہتا ہے، اس طرح یہ دو الگ الگ سنتیں بھی ہوئیں تراویح میں پورا قرآن مجید سنا جائے اور پورے ماہ مبارک تراویح پڑھی جائے، اگر چہ تراویح کی جماعت سنت کفایہ ہے، لیکن اتنی اہم سنت ہے کہ محدث جلیل شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے "ماثبت بالسنة" میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر کسی شہر کے لوگ تراویح چھوڑ دیں تو اس کے چھوڑنے پر امام ان سے مقاتلہ کرے، تراویح اور اس کی جماعت نے وہ خصوصیت و امتیاز حاصل کیا کہ یہ اہل سنت والجماعۃ کا شعار بن گیا، چنانچہ روافض (شیعہ حضرات) اس سے پہلو تہی کرتے ہیں غالباً یہی وجہ ہے کہ روافض کو عام طور پر قرآن مجید یاد نہیں ہوتا کیوں کہ تراویح کی خصوصی تاکید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ملتی ہے، اس لئے وہ (شیعہ) اس سے دلچسپی نہیں رکھتے، لہٰذا وہ اس کے فیض سے محروم ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور دیگر تمام صحابہ نے مل کر اس پر عمل کیا، اس کے مبارک اور عظیم ہونے کے لئے تنہا یہ بات ہی کافی ہے۔

یہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فانه من یعش منکم فیسری اختلافاً کثیراً، فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین عضوا علیها بالنواجذ".

[أبوداؤد والترمذی عن العرباض بن سارية]

اس لئے تراویح اور تہجد کا معمول جو رمضان کی راتوں میں رہا ہے، وہ اسی ماہ مبارک کی خاصیت ہے، رمضان کے بعد تہجد کی سنت اسی طرح پورے سال باقی رہتی ہے اور یہی وہ عظیم سنت ہے جس کا التزام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر و حضر دونوں میں کیا ہے اور جب اس میں کسی مشغولیت اور کسی سبب سے کمی رہ گئی تو صبح اس کمی کو پورا فرمایا، آپ نے اس کا حکم نہیں دیا کہ امت دشواری میں نہ پڑے، لیکن ترغیب دی اور شوق دلایا اور اس کی فضیلت بیان کی چنانچہ تہجد صالحین کا شعار بن گئی البتہ یہ تنہا پڑھی جانی بہتر ہے۔

☆☆☆☆☆

ایمان ویقین

کامیابی کا راز صرف طاقت نہیں

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

اگر ہم پوری انسانی تاریخ کا جائزہ لیں تو تاریخ کے کسی دور میں ہم کو کوئی ایسا مذہب نظر نہیں آئے گا جس نے جسم وروح کو باہم جمع کرنے اور مادی اور معنوی طاقتوں کو ایک دوسرے کے لئے لازم، اور دین ودنیا کو بہ یک وقت ایک شاہراہ پر چلنے کی ایسی نشان دہی اور تلقین کی ہو، جس طرح اسلام نے کی، اس سلسلے میں اسلام کا جو کردار رہا ہے وہ ایسا کھلا ہوا اور فطری ہے کہ ہر انصاف پسند انسان اس کی اس خصوصیت اور اس کی عظمت تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

مثال کے طور پر فریضۂ جہاد کو پیش نظر رکھیں، جو بہ ظاہر خالص مادی طاقت کے سہارے ادا ہوسکتا ہے، یا کم از کم اس کے لئے ظاہری ساز وسامان اور تیاری کی شدید ضرورت ہوتی ہے، لیکن اسلام نے اس فریضے کی ادائیگی کے لئے مادی طاقتوں کے ساتھ معنوی طاقت کی تیاری پر بھی زور دیا ہے، بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ یہاں پر بھی ایمان وتقویٰ کی قوت کو اولین ہتھیار اور مادی طاقت کے کامیاب ہونے کا پیش خیمہ قرار دیتا ہے۔ میدان جنگ میں بھی وہ تمام اسلامی اور انسانی آداب ملحوظ رکھنے کا حکم دیتا ہے، جو عام زندگی کے ساتھ وابستہ ہیں، ایک طرف دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے ہر طرح سے تیار رہنے اور اس کے حملے کو روکنے کے لئے تمام ظاہری تدابیر پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت کا حکم ہے، اور "الحرب خدعة" (جنگ خفیہ تدبیروں کا نام ہے) کا اعلان عام ہے اور ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾. (اور جہاں تک ہوسکے فوج کی جمعیت کے زور سے، اور گھوڑوں کو تیار رکھنے سے، ان کے مقابلے کے لئے مستعد رہو کہ اس سے خدا کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں کے دلوں پر ہیبت بیٹھے گی) کا حکم ربانی ہے، تو دوسری طرف اس بات کی تلقین ہے کہ دامن تقویٰ کہیں چھوٹنے نہ پائے، ایمان کی قوت میں کوئی کمی نہ آسکے، نمازوں کی ادائیگی میں کوئی فتور نہ واقع ہو، اللہ تعالیٰ کا لحاظ اور اس کا خوف ہر وقت متحضر رہے، اور اسی کے ساتھ یہ فرمایا گیا کہ دشمن پر خود سے حملہ نہ کیا جائے، لیکن حملے کا جواب حملے سے ضرور دیا جائے تاکہ امت اسلامیہ کے وجود کو دشمن ختم نہ کرسکے اور اسلام کی عزت وعظمت میں کوئی کمی واقع نہ ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنان اسلام سے بارہا جہاد فرمایا اور فتح وکامرانی حاصل کرنے کے لئے معنوی طاقت کے ساتھ مادی طاقت کا بھی انتظام فرمایا چنانچہ مسلمان بہادروں نے اس زمانے میں خود ڈھال، تلوار اور کئی طرح کے ہتھیاروں کو اپنایا، اس زمانے میں ٹینک جس شکل وصورت میں موجود تھا اس کو بھی لڑائیوں میں استعمال فرمایا، جنگ خندق میں جب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خندق کھودنے کا مشورہ دیا، تو آپ نے اس مشورے کو قبول فرمایا اور اس کو پسند کیا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کھودنے میں شریک تھے۔

اور آپ کے بعد تمام مسلمان اسلامی جہاد کے فریضے کی ادائیگی میں آپ کے نقش قدم پر صدیوں تک چلے اور جب تک آپ کی اتباع کرتے رہے، سرخرو وفتح مند اور کامیاب ہوتے رہے، انہوں نے بڑے بڑے دشمنوں کو شکست دی اور ایسی ایسی فتوحات حاصل کیں جو نہ صرف تاریخ اسلام، بلکہ پوری دنیا کی تاریخ کا ایک اہم ترین باب ہے۔

لیکن مادی وسائل واسباب، ظاہری تیاریوں اور تدابیر کی کامیابی کا سارا انحصار اس دوسری خفیہ طاقت پر ہے، جو انسان کے باطن اور اسکے ضمیر میں پنہاں ہے اور وہ ہے ایمان ویقین کی طاقت۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی تربیت اسی نہج پر فرمائی تھی، آپ ﷺ نے ان کے دلوں میں ایمان و یقین اور تقویٰ وعزیمت کا وہ بیج بویا تھا، جس کی جڑیں بے حد مضبوط تھیں، اسی طاقت کی بدولت انہوں نے تاریخ اور دنیا کو عظمت وعزت کے وہ واقعات عطا کئے جو عقل کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ مٹھی بھر مسلمانوں نے ہمیشہ بڑے بڑے لشکروں اور زبردست طاقتوں سے نبرد آزمائی کی، اور ان کو ایسی شکست دی کہ وہ ہمیشہ کے لئے ذلیل و خوار ہوگئے، یہی وہ طاقت تھی جو جنگ بدر میں ایک بھاری دشمن کے مقابلے میں صرف تین سو تیرہ مجاہدین اسلام کے لئے سرخروئی وکامرانی کا باعث بنی، اسی طاقت نے دو لاکھ سے زیادہ رومی سپاہیوں کو صرف چالیس ہزار مسلمانوں کے ہاتھوں ذلیل و خوار کر کے رکھ دیا اور ان کا سر ہمیشہ کے لئے نیچا ہوگیا، کیا تاریخ ان واقعات کو فراموش کرسکتی ہے، اور کیا اس حقیقت سے انکار کی کوئی گنجائش ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وصیت ملاحظہ ہو جو لشکر کی روانگی کے وقت آپ کیا کرتے تھے:

"اللہ کا ڈر ہر وقت قائم رہے۔ غداری اور

خیانت سے پرہیز کیا جائے۔ کسی بچے، عورت اور بوڑھے کو قتل نہ کیا جائے"۔

اس وصیت کو بار بار پڑھئے، اعجاز وکمال کی اس بلندی پر بہ جز ایک رسول مبعوث ﷺ کے اور کون پہونچ سکتا تھا؟ بالآخر یہی اصول اسلامی جہاد میں ہر جگہ کارفرما نظر آیا، صحابہ کرامؓ نے اس پر عمل کیا، خلفائے راشدین نے اس کی اتباع کی، اور وہ ہر جگہ، ہر موقع پر ہمیشہ کامیاب ہوئے، اللہ کا خوف ان کے رگ وریشے میں سرایت کر چکا تھا، وہ گھر میں ہوں یا مسجد میں، عام مجلسوں میں ہوں یا میدان جنگ میں، تقویٰ کا دامن ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹ سکتا تھا، اور یہی ان کی کامیابی کا اصل راز تھا، یہی وہ بنیاد ہے جو غیبی امداد کا سبب ہے، اسی کے باعث اللہ کی نصرت میدان جنگ میں بھی ساتھ دیتی ہے: ﴿وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾. (اور مدد تو محض اللہ تعالیٰ کے پاس ہے) یعنی مادی وسائل اور تیاری ہی محض سب کچھ نہیں ہے، اس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ شکست دے سکتا ہے، بلکہ فتح ونصرت کا اصل راز اللہ تعالیٰ کی رضا پر عمل پیرا ہونا اور اس کا خوف دل میں پیدا کرنا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک موقع پر اپنے جنگی کمانڈر حضرت سعد بن وقاصؓ کو یہ وصیت نامہ لکھ کر بھیجتے ہیں:

"میں تم کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا حکم دیتا ہوں، اس لئے کہ تقویٰ دشمن پر قابو پانے اور جنگ کی سب سے کامیاب تدبیر ہے، میں تم کو اور تمہارے تمام ساتھیوں کو حکم دیتا ہوں کہ تم لوگ دشمن سے زیادہ گناہوں سے بچنے کی فکر کرو، اس لئے کہ لشکر کا گناہ اس کے لئے دشمن کی مصیبت سے زیادہ خوفناک ہے، مسلمانوں کی کامیابی کا اصل سبب یہ ہے کہ ان کے دشمن معصیت میں مبتلا ہیں اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو یقین جانو کہ ہم کو ان سے لڑنے کی طاقت نہ تھی، اس لئے کہ ہماری تعداد ان کی تعداد سے، اور ہماری تیاری ان کی تیاری سے بہت فروتر ہے۔ لہٰذا اگر ہم گناہ میں ان کے برابر ہو جائیں تو بلاشبہ وہ طاقت میں ہم سے بڑھ کر ہوں گے۔ ہم محض اپنے تقویٰ، اطاعت اور معاصی سے اجتناب کی بنا پر ان سے جیت سکتے ہیں، یہ بھی یاد رکھو کہ تمہارے اس سفر میں اللہ کے مقرر کردہ کچھ فرشتے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور تم جو کچھ بھی کرتے ہو، وہ اسے دیکھتے ہیں، اس لئے ان سے شرم کرو، اور اللہ کی راہ میں نکلنے کے بعد گناہوں سے بہت اجتناب کرو، اور یہ بھی نہ کہو کہ ہمارے دشمن ہم سے بدتر ہیں، اس لئے وہ ہم پر مسلط نہیں کئے جاسکتے، خواہ ہم کتنی ہی کوتاہیاں کریں، تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ بہت سی اچھی قوموں پر بری قومیں مسلط کردی گئیں، جس طرح بنی اسرائیل پر جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں حصہ لیا تو مجوسی کافر مسلط کردیئے گئے، اور وہ گھروں میں گھس پڑے، اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہا"۔

اب دشمن کی زبانی بھی تقوے کی کہانی سن لیجئے۔ رومیوں کا بادشاہ ہرقل جب انطاکیہ میں تھا، تو رومی سپاہی شکست خوردہ اس کے پاس پہونچے، شکست کا حال سن کر اس کو بڑا تعجب ہوا، اس نے اپنے لشکر کے لوگوں سے پوچھا کہ مجھے اس قوم (مسلمانوں) کے بارے میں بتاؤ، جن سے ہمارا مقابلہ ہوا کیا وہ تمہارے جیسے انسان نہیں تھے؟ سب نے ایک زبان ہو کر اعتراف کیا کہ وہ بے شک ہمارے ہی جیسے انسان تھے، پھر اس نے دریافت کیا کہ ان کی تعداد زیادہ تھی یا تمہاری؟ سب نے اعتراف کیا کہ ہماری تعداد ان کی تعداد سے کئی گنا زیادہ تھی، تو تم کیوں شکست کھا گئے؟ ہرقل نے کہا، اس کا جواب ان کے ایک بزرگ نے اس طرح دیا:

"وہ لوگ (مسلمان) راتوں کو اٹھ کر عبادت کرتے ہیں، دن کو روزے رکھتے ہیں، وعدے کو پورا کرتے ہیں، اچھی بات کا حکم دیتے ہیں، اور بری باتوں سے روکتے ہیں، آپس میں عدل وانصاف کا مظاہرہ کرتے ہیں"۔

اور ہم ان کے مقابلے میں بالکل برعکس، شراب پیتے ہیں، زنا کرتے ہیں، حرام کا ارتکاب کرتے ہیں، بے وفائی کرتے ہیں، غصہ اور ظلم کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی باتوں کا حکم دیتے ہیں، اور اس کی رضامندی کے کاموں سے روکتے ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں"۔

ہرقل نے کہا کہ تم نے بالکل سچ کہا!

کیا یہ ساری باتیں اس بات کی کھلی ہوئی دلیل نہیں ہیں کہ صرف مادی طاقت آپ کے کچھ کام نہیں آسکتی، مادی اسباب ووسائل اور ظاہری تدابیر کی کامیابی کیلئے ضروری ہے کہ معنوی طاقت اور ایمان ویقین، تقویٰ وعزیمت زادراہ ہو، اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو دین ودنیا اور جسم وروح کی تفریق کا قائل نہیں، وہ صرف صبر وتوکل اور زہد وقناعت کی تعلیم نہیں دیتا، اور نہ محض اسباب ووسائل پر اعتماد، اور ظاہری قوت پر بھروسہ کرلینے کی تلقین کرتا ہے، بلکہ وہ زندگی کے ہر شعبے میں توازن اور دونوں پہلوؤں کی رعایت ضروری قرار دیتا ہے۔

☆☆☆☆☆

فکر معاصر

وحدت کا تصور کیونکر ممکن؟

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

غلط تربیت کے نتیجہ میں یا بے تربیتی کی وجہ سے بعض افراد یا طبقات، جماعتوں، اداروں اور قوموں میں ایک کمزوری یہ پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ دوسرے کی تعریف پر ایسا ردعمل ظاہر کرتے ہیں جو اپنی برائی سن کر پیدا ہوسکتا ہے، اعلیٰ ظرفی کا تقاضا تو یہ ہے کہ اپنی ذات پر تنقید سن کر ناگواری نہ پیدا ہو، بلکہ اپنے محاسبہ کا خیال پیدا ہو اور اگر وہ عیوب واقعی اپنے اندر موجود ہوں تو ان پر ندامت ہو اور ان کو دور کرنے کی فکر کی جائے، اپنے اوپر تنقید یا کسی کوتاہی کا شکوہ سن کر غصہ یا ناراضگی کا اظہار کسی شخص کے تاثر کو بدل نہیں سکتا، اس کے برعکس بعض وقت نامناسب ردعمل سے اور زیادہ عیوب کی اشاعت ہوتی ہے اور ناگواری خود عیب کی شکل اختیار کرلیتی ہے، بلند اخلاق لوگ یا وہ افراد جو اپنی اصلاح کی فکر میں رہتے ہیں کسی دوسرے سے اپنے عیوب سن کر مشکور ہوتے ہیں، اس لئے کہ اس شخص نے ان کو ان کے عیوب سے باخبر کیا اور اصلاح کا موقع فراہم کیا، ایک مشہور مقولہ ہے: "رحم اللّٰہ عبداً أهدى إلي عيوبي". یہ حقیقتاً اعلیٰ اخلاقی معیار ہے اور اسلامی روح کے مطابق ہے۔

اخلاقی تربیت کی کمی کی وجہ سے بعض وقت یہ ذہن بن جاتا ہے کہ دوسرے کی تعریف بھی ناگوار ہوتی ہے چہ جائیکہ اپنی تنقید، ایسے لوگ کسی دوسرے کی تعریف سن کر ایسا ردعمل ظاہر کرتے ہیں کہ گویا تعریف کرنے والا بالواسطہ یا تعریضاً دوسرے کی تعریف کرکے اس شخص میں ان خوبیوں کی نفی کررہا ہے۔

اس صورتحال کا مشاہدہ عام مجلسوں میں اکثر ہوتا ہے، کسی کی تعریف شروع کردیجئے، اس مجلس میں کوئی نہ کوئی فرد معاندانہ یا منکرانہ موقف اختیار کرلے گا، بہت احتیاط کرے گا تو یہ کہے گا کہ یہ خوبیاں واقعی قابل تعریف ہیں، لیکن فلاں فلاں باتوں کی بھی اصلاح ضروری ہے، اور اس کے بعد اس کے نقائص بیان کرنا شروع کردے گا، اس طرح تعریف سے شروع ہونے والی گفتگو غیبت پر ختم ہوجائے گی، بعض وقت ایک کی تعریف کئی افراد یا جماعتوں اور اداروں کی تنقیص کا سبب بن جاتی ہے، ہمارے موجودہ عہد میں یہ عیب افراد کی طرح جماعتوں اور اداروں میں پوری طرح پایا جاتا ہے، اس کا نتیجہ نکلتا ہے کہ کوئی شخص یا ادارہ نقائص سے محفوظ نظر نہیں آتا، اور اس کا سبب اکثر خود غرضی، نفسانیت یا عجب پسندی ہوتی ہے، اس طرح کے رد عمل سے دلوں کو جوڑنے یا وحدت پیدا کرنے کے بجائے افتراق اور دشمنی پیدا ہوتی ہے، خوش گمانی کے بجائے بدگمانی، اعتماد کے بجائے بے اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔

یہ ایک نفسیاتی کمزوری بھی ہے، بعض وقت اس کا سبب شک کا مزاج یا احساس کمتری میں برتری حاصل کرنے کا بے جا جذبہ ہوتا ہے، یہ جذبہ افراد یا جماعتوں میں جب پیدا ہوجاتا ہے تو اس سے اجتماعی زندگی بڑی متاثر ہوتی ہے، اور علیحدگی پسندی کا رجحان بڑھتا ہے، مسلمانوں میں خاص طور سے اس وقت الگ الگ کام کرنے کا جو رجحان پیدا ہوگیا ہے، اس نے ملت کی قوت کو مختلف گروپوں میں بانٹ کر کمزور کردیا ہے، انفرادی مفادات کی وجہ سے بعض وقت ایک ہی مقصد کے لئے کام کرنے والے مختلف گروہ، متحارب گروہ بن جاتے ہیں، اور پھر اپنی جماعت یا گروہ یا طریقۂ کار سے ان کی وفاداری اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اس کے آگے مقصد اصلی دب کر رہ جاتا ہے، یا ثانوی حیثیت اختیار کرلیتا ہے۔

اسی طرح معاشرہ یا قوم میں وسعت نظری جب تک نہیں پیدا ہوگی اور اعلیٰ مقصد کے لئے انفرادی مقاصد یا مفادات کو نظر انداز کرنے کا رجحان جب تک نہ پیدا ہوگا کسی بڑی وحدت کا تصور کرنا ناممکن ہے، اس وسعت نظری کو عام کرنے کے لئے سنجیدہ جدوجہد کی ضرورت ہے، معاشرہ افراد سے بنتا ہے، اس لئے افراد کو اپنی زندگی میں توسع اور تسامح پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، یہ توسع اور تسامح (رواداری) اگر کسی شکل میں انفرادی اور اجتماعی زندگی میں پیدا ہوجائے، اپنی کمزوریوں کے علم سے ناگواری کے بجائے ندامت ہو، اور اصلاح کا جذبہ اور دوسرے کی تعریف سے مسرت اور ان خوبیوں کے اختیار کرنے کا خیال پیدا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ ایک مقصد اور طرز زندگی کے لئے جدوجہد کرنے والوں کے ساتھ ہمدردی اور تعاون اور برادرانہ سلوک کیا جائے تو اس سے ذہنی اور نفسیاتی بعد کم ہوگا اور مختلف وحدتوں کے درمیان غیر شعوری طور پر رابطہ قائم ہوگا۔

دوسرے کے انکار اور اپنے اثبات کا ذہن سامراجی عہد کی پیداوار ہے، جس میں شک وشبہ اور خطرہ کے احساس نے افراد اور جماعتوں کو اس موقف پر مجبور کردیا تھا اور ان میں علیحدگی پسندی کا رجحان پیدا کردیا تھا، اس کے اثرات اب تک ہماری زندگی کے اکثر شعبوں میں پائے جاتے ہیں، جن کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔

☆☆☆☆☆

معجزۂ ربانی

آخری قسط

قرآن کریم-کتاب ہدایت اور نسخہ شفا

خطاب: شیخ خالد الغامدی (امام کعبہ، مکہ مکرمہ)
ترجمانی: محمد فرمان ندوی

قرآن کریم اہل ایمان کے لئے نسخہ شفا، ذریعہ ہدایت اور باعث رحمت ہے، اللہ تعالیٰ نے اسی قرآن کے ذریعہ صحابہ کرامؓ کو تاریکی سے روشنی کے طرف نکالا اور دشوار گزار راستوں کو ان کے لئے ہموار کیا، پھر صحابہ کرامؓ کی حالت یہ ہوگئی کہ جب وہ قرآن کو سنتے تو وہ اس سے بہت زیادہ متاثر ہوتے، بعض صحابہ کرامؓ قرآن کی ایک آیت سنتے تو ان پر گریہ طاری ہوجاتا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے کہ وہ قرآن کی ہر آیت پر رونے کی وجہ سے بمشکل قرآن کریم کی تلاوت کرپاتے تھے، حضرت عمرؓ ایک دن اپنے گھر سے نکلے اور ایک قاری کو سورۂ طور کی ابتدائی آیتیں تلاوت کرتے سنا کہ: "یقیناً تمہارے رب کا عذاب ایک حقیقت ہے، اس کو دور کرنے والی کوئی چیز نہیں" [آیت/۷، ۸] راوی کہتے ہیں: حضرت عمرؓ کھڑے نہیں رہ سکے، اپنے پیچھے ایک چٹان کا سہارا لیا اور رونے لگے، چلنا ان کے لئے مشکل ہوگیا، لوگوں نے ان کو اٹھا کر ان کے گھر پہونچایا اور کئی دنوں تک وہ اس سے متاثر رہے، لوگ ان کی عیادت کے لئے آتے رہے، لوگوں کا خیال تھا کہ وہ بیمار ہیں، لیکن وہ بیمار نہیں تھے، بلکہ قرآن کریم سے غایت درجہ متاثر ہوئے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا کہ: "جو بھی برا عمل کرے گا، اس کو اس کی سزا ملے گی"۔ [سورۂ نساء/۱۲۳] حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ مجھے محسوس ہوا کہ میری پیٹھ میں ایک درد پیدا ہوگیا جو میری کمر کو توڑ رہا ہے۔

قرآن کریم نے صحابہ کرامؓ پر زبردست اثر ڈالا یہاں تک کہ ان کے دلوں سے ہمہ وقت شہد کی مکھی کی آواز نکلتی تھی، قرآن کریم سے صحابہ کرامؓ کے آخری درجہ تک متاثر ہونے کی علامت یہ تھی کہ جب بھی کوئی آیت اترتی صحابہ اس کو سیکھتے اور اس کی تلاوت کرتے، اس کے معانی ومفاہیم کو سمجھتے، روایتوں میں آیا ہے کہ صحابہ کرامؓ پانچ آیتیں بغیر معنی ومطلب سمجھے ہوئے آگے نہیں بڑھتے تھے، بعض روایتوں میں دس آیتوں کی صراحت آئی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے ایمان سیکھا، پھر قرآن سیکھا۔

یقیناً قرآن کریم ایک انقلابی کتاب ہے، اس نے صحابہ کرامؓ کے خیالات اور رجحانات میں زبردست تبدیلی پیدا کی، جس سے ان کے اخلاق یکسر بدل گئے، سخت دلی کے بجائے نرم دلی ان کا مزاج بن گئی، حضرت عمرؓ اسلام کے سخت ترین دشمن تھے، ابتدائے اسلام میں جو مسلمان ہوتے ان کو سخت ترین سزا دیتے تھے، صحابہ ان کے غیظ وغضب اور گرفت سے ڈرتے تھے، اسی وجہ سے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ دونوں عمروں (عمر بن خطاب، عمر بن عدي ابوجہل) کے ذریعہ اسلام کو تقویت عطا فرما، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور عمر بن خطاب مشرف بہ اسلام ہوگئے، حضرت عمرؓ نے کیسے اسلام قبول کیا، کون سی چیز ان کے دل پر اثر انداز ہوئی کہ ان کا پتھر دل موم ہوگیا؟ انہوں نے جب قرآن کریم کی سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیتیں سنیں، تو ان سے اس قدر متاثر ہوئے کہ کلمہ حق کی گواہی دی اور حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔

قرآن کریم کی ایک عجیب وغریب تاثیر ہے، جس سے ہر میدان میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے، صحابہ کرامؓ قرآن کی ہر ہر آیت پر پورے اہتمام سے عمل کرنے والے تھے، اس کے اوامر ونواہی کو پیش نظر رکھتے، ایک مرتبہ ایک شخص آیا اور حضرت عمرؓ سے سخت انداز میں باتیں کرنے لگا، حضرت عمرؓ بھی غصہ ہوئے اور قریب تھا کہ پکڑ کر اس کی تنبیہ کرتے اسی اثنا ایک صحابیؓ نے سورۂ اعراف کی چند آیتیں یاد دلائی: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ (معافی کو شیوہ بنائیے، نیکی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے دور رہئے) اور کہا: اے امیر المؤمنین! یہ جاہل ہے، حضرت عمرؓ فوراً رک گئے، کیونکہ وہ قرآن کریم پر عمل کرنے والے تھے۔

صحابہ کرامؓ پر قرآن کریم کی اسی اثر انگیزی کا نتیجہ تھا کہ تیس سال سے بھی کم مدت میں انہوں نے دنیا کو فتح کرلیا، اور اللہ کے راستے میں پوری جرأت وپامردی کے ساتھ جنگ کی، نہ ان کے پاس اسباب حرب وضرب تھے، اور نہ جدید تکنالوجی، اللہ پر ایمان اور قرآن کی تعلیمات ہی ان کا اصل ہتھیار تھیں، اسی قرآن کے ذریعہ انہوں نے مشرق ومغرب میں اسلام کا علم بلند کیا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے اس نسل نو میں کیسے یہ عظیم انقلاب پیدا کیا کہ ان کو جہالت سے نکال کر روشنی میں داخل کیا، اور ان کے دامن کو برکتوں اور سعادتوں سے بھردیا، جب کہ ہم بھی قرآن پڑھتے ہیں، لیکن ہمارے اندر کوئی

تبدیلی نہیں پیدا ہوتی، قرآن وہی ہے جو صحابہ کرامؓ کے دور میں تھا، ہزاروں سال گزرنے کے بعد بھی اس میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں ہوئی، اور اگر کوئی شخص اس قرآن میں تبدیلی کرنا چاہے تو بڑے لوگوں سے پہلے قوم کے بچے ہی اس پر اعتراض کریں گے، چنانچہ قرآن اپنی اصل صورت میں باقی ہے، اس نے صحابہ کرامؓ پر تو زبردست اثر ڈالا، ان کی کایا پلٹ دی، لیکن ہمارے درمیان افتراق وانتشار، تعصب اور دین کی عملی مخالفت روز افزوں بڑھ رہی ہے، ہم مسلمان افسوس ناک صورت حال سے دوچار ہیں، اسلام کی تعلیمات کو اپنی زندگیوں میں نافذ نہیں کرتے، قرآن کا مطالبہ کچھ اور ہے اور ہمارے شب وروز کے معمولات شریعت مخالف، ایسا کیوں؟ جبکہ وہ قرآن جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا، ہمارے پاس موجود ہے، عمدہ طباعتوں کے ساتھ اور ہزار ہا ہزار کی تعداد میں، دنیا کے ہر خطہ میں اس کے خوبصورت نسخے دستیاب ہیں، یہ سوال بڑا اہم ہے، اس کے کئی اسباب ہیں، لیکن میں یہاں صرف دو اسباب کا تذکرہ کررہا ہوں۔

پہلا سبب یہ ہے صحابہ کرامؓ نے قرآن کو عمل کرنے اور زندگی کے تمام شعبوں میں اسے نافذ کرنے کے لئے سیکھا، جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی، فوراً اس پر عمل کرتے، ٹال مٹول، بے جا تاویل اور تحقیق ومراجعت کا سہارا نہیں لیا، قرآن کی ایک آیت سیکھی اور عمل کیا، کیوں کہ انہوں نے اللہ رب العزت کا یہ حکم پڑھ لیا تھا: ''اے لوگو! اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو''۔ [مائدہ: ۹۲] چنانچہ جب انہوں نے قرآن کریم کی یہ آیت سنی: ﴿أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ [بقرۃ: ۲۷۵] (اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام) تو وہ سود خوری اور حرام مال کی لین دین سے باز رہے، شراب کے حرام کئے جانے کا واقعہ مشہور ہے، اللہ رب العزت نے یہ شراب یکبارگی حرام نہیں کی، بلکہ تدریجی طور پر اس کو حرام کیا، آخری آیت: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ، اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ .[مائدہ: ۹۰، ۹۱] (اے ایمان والو! یقیناً شراب، جوا، بت اور شرکیہ تیر ناپاک شیطانی عمل ہیں، اس سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ، شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان پھوٹ اور عداوت ڈالے اور تم کو اللہ کے راستے سے روکے اور نماز سے باز رکھے، تو کیا تم باز رہتے ہو) صحابہ کرامؓ نے شراب کے سلسلہ میں جب یہ فیصلہ کن بیان سنا تو بے اختیار پکار اٹھے: ''ہم باز آگئے اے ہمارے رب! ہم باز آگئے''۔ جبکہ شراب کی محبت ان کی گھٹی میں پڑی تھی اور شراب سے ان کی دلچسپی کا حال یہ تھا کہ جب ان میں سے کسی شخص کی وفات ہو جاتی تو پہلے سے اس کی وصیت ہوتی کہ اس کی قبر پر شراب انڈیلی جائے، لیکن قرآن کا مذکورہ حکم جب نازل ہوا تو یک لخت اس سے باز آگئے، روایتوں میں آتا ہے کہ مدینہ کی گلیوں میں شراب کی نہریں جاری ہوگئیں صحابہ کرامؓ نے بلا تاخیر حکم قرآنی پر عمل کیا اور اس کو اپنی زندگیوں میں نافذ کیا۔

جب سورۂ نور کی یہ آیت: ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾ . (اے نبی! مومنوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں) نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ اپنی نگاہوں کی حفاظت بڑے اہتمام سے کرنے لگے، ایک مرتبہ ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! میں ایک اجنبی عورت کے ساتھ خلوت میں تھا، میں نے جرأت کر کے بوسہ بھی لے لیا، رسول اکرم ﷺ نے سکوت فرمایا، وہ بے قرار رہے، اپنی غلطی پر پشیمان اور نادم ہوئے، یہاں تک کہ قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ﴾ .[ھود: ۱۱۴] (یقیناً نیکیاں برائیوں کو صاف کردیتی ہیں، یہ نصیحت قبول کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ اے مخاطب! جب تو قرآن کے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ کا جملہ سن، تو گوش بر آواز ہو جا، سماعت کو متوجہ کرلے، کیونکہ یا تو تمہیں کسی خیر کی تلقین کی جائے گی یا کسی برائی سے روکا جائے گا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی کے ساتھ لے لو''۔ کتاب کو مضبوطی کے ساتھ لینے کا مطلب اس پر بلا تاخیر عمل کرنا ہے۔

ایک مرتبہ ایک صاحب آئے، اور ان کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی، رسول اللہ ﷺ سے مصافحہ کرنا چاہا آپ ﷺ نے بے رخی برتی، سوال کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سونا مردوں پر حرام کیا ہے، اتنا سننا تھا کہ انہوں نے انگوٹھی نکالی اور زمین پر ڈال دی اور کہا کہ یہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔

صحابہ کرامؓ کے یہ دلکش نمونے قرآن کو عملی طور پر برتنے کے سلسلے میں تھے، اسی وجہ سے حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے: حامل قرآن اپنے شب و روز کے معمولات کی وجہ سے پہچان میں آجاتا ہے،

غم کے موقع پر غم کا اظہار قرآن کی روشنی میں اور خوشی کے موقع پر خوشی قرآن کی روشنی میں، اس پر قرآن میں عکس جمیل نمایاں نظر آتا ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن کو براہ راست حاصل کیا، اس کی تفسیر بھی آپ ہی سے جانی، کیونکہ رسول پاک علیہ السلام کے اقوال واخلاق، سیرت وکردار قرآن کی عملی تفسیر تھے، اس کے علاوہ انہوں نے کسی نظریہ، فلسفہ کو قرآن میں کوئی جگہ نہیں دی، انھیں یقین تھا کہ قرآن ہی ہدایت کا سرچشمہ، نور کا منبع، فلاح و کامیابی کا دستور العمل ہے، دنیا میں اگر خیر وبرکت، نصرت الٰہی، اور تائید غیبی کا نزول ہوسکتا ہے تو اسی سرچشمہ سے، چنانچہ وہ قرآن کریم کی طرف متوجہ ہوئے، اسی کو اپنے تمام مسائل کے حل کا ذریعہ سمجھا جاہلیت کے تمام نظام ہائے باطل سے دستبردار ہوگئے، ان کے دل قرآن اور اسکی شرح سنت سے آباد تھے، پھر کیا ہوا؟ قرآن نے ان کے دلوں میں علوم ومعارف کی آبیاری کی، اخلاق فاضلہ کو پروان چڑھایا اور ہر موقع کی ہدایات سے سرفراز کیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''الٓمّٓصٓ، یہ کتاب آپ کی طرف اتاری گئی ہے، آپ اپنے دل میں ذرا بھی تنگی نہ محسوس کیجئے، اس کے ذریعہ لوگوں کو ڈرایئے، یہ ایمان والوں کے لئے نصیحت ہے۔ لوگو! تمہارے رب کی طرف سے جو نظام آیا ہے اس کو مانو، اس کے علاوہ کسی نظام کو قابل اعتنا نہ سمجھو، تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو''۔

صحابہ کرامؓ نے اس سرچشمہ سے کسب فیض کیا، ان کے استفادہ کا مدار قرآن تھا، کیونکہ انہیں احساس تھا کہ قرآن ہی علوم ومعارف اور اخلاق و عقائد کا خزینہ ہے، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، ان کے ہاتھ میں تورات کا ایک صفحہ تھا، حضرت عمرؓ کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس کو دیکھ کر خوش ہوں گے، لیکن ایسا نہیں ہوا، رسول اللہ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اگر آج حضرت موسیٰ ہوتے تو ان کو بھی اس کتاب (قرآن مجید) کی اطاعت کرنی پڑتی۔

آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم قرآن کے ساتھ دوسرے علوم ومعارف کو جوڑتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان میں بھی ہدایت کے اسباب موجود ہیں، اس کا اثر یہ ہوا کہ قرآن کی وہ تاثیر ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں رہی اور ہمارے دل اسکی عظمت سے خالی ہوگئے۔ اس وقت روشن خیال لوگوں کا حال یہ ہے کہ باطل نظریات وافکار سے متاثر ہورہے ہیں، اور بہت سے نام نہاد لوگوں کے بارے میں یہ تصور رکھتے ہیں کہ وہی اہل تقویٰ اور اہل صلاح ہیں، ان سے متاثر نظر آتے ہیں، بہت سے چینل سے بھی متاثر ہیں اور اس میں خیر کو محدود مانتے ہیں، انٹرنیٹ کی مختلف سائٹس کو بھی غیر معمولی اہمیت دیتے ہیں، اور ان کو بہتر سمجھتے ہیں، جبکہ ان کے مضر اثرات ذہن ودماغ اور افکار ونظریات پر پڑ رہے ہیں، بعض کا حال یہ ہے کہ مغربی تہذیب کو آئیڈیل تہذیب مانتے ہیں، اس کا دم بھرتے ہیں، اس پر جان نچھاور کرتے ہیں اور قرآن کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور اگر قرآن پڑھتے بھی ہیں تو محض برکت کے لئے، بعض افراد تو صرف جمعہ کے دن قرآن پڑھتے ہیں یا رمضان میں اور بعض صرف خاص مواقع پر اس کو سنتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ قرآن ایک ضابطہ حیات ہے، اور قرآن خیر وبرکت کا سرچشمہ ہے، یہ وہ وجوہات ہیں جن کی وجہ سے ہم قرآن سے کما حقہ استفادہ نہیں کرپارہے ہیں اور نہ قرآن ہم پر اثر انداز ہورہا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی توفیق سے نوازیں ہمیں صدق واخلاص کی دولت سے سرفراز فرمائیں اور قرآنی برکات وفتوحات سے مالا مال فرمائیں۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ وأصحابہ أجمعین.

☆☆☆☆☆

غیبی مدد

حضرت ابوحمزہ خراسانیؒ ایک روز جنگل میں چلتے چلتے ایک ویران کنوئیں میں گر پڑے، تین روز کے بعد خراز کے سیاحوں کا گروہ وہاں پر اترا۔ حضرت ابوحمزہؒ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ ان کو آواز دوں کہ مجھے کنوئیں سے باہر نکالو، مگر پھر فوراً خیال آیا کہ غیر سے مدد مانگنا اچھی بات نہیں ہے اور یہ اپنے مولا کی شکایت ہوگی کہ میرے خدا نے مجھے کنوئیں میں ڈال دیا ہے، اب تم لوگ مجھے اس سے باہر نکالو۔ اتنے میں وہ لوگ خود ہی کنوئیں پر آئے اور آپس میں کہنے لگے کہ راستے میں کنواں ہے، کوئی روک بھی موجود نہیں، ایسا نہ ہو کہ کوئی راہ چلتا آدمی اس میں گر پڑے، آؤ اس پر چھت ڈال دیں اور اللہ سے اجر حاصل کریں، ان کی یہ باتیں سن کر مجھ پر گھبراہٹ طاری ہوئی اور اپنی جان سے ناامید ہوگیا، جب ان لوگوں نے چھت ڈال دی اور واپس چلے گئے تو میں نے اللہ تعالیٰ کی مناجات شروع کردی اور دل میں سوچ لیا کہ اب مرجاؤں گا۔ مخلوق کی طرف سے کوئی مدد پہنچنے سے میں بالکل ناامید ہوگیا صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرلیا، جب رات ہوئی تو چھت میں حرکت محسوس ہوئی، میں نے غور سے چھت کی طرف دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ چھت کو کھول ایک بہت بڑے اژدہا مانند ایک جانور چھت سے نیچے لٹک رہا ہے، میں نے جان لیا کہ میرے خدا نے میری نجات کا سامان فرمایا ہے۔

چنانچہ میں نے اس کی دم کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور اس نے مجھے کھینچ کر کنوئیں سے باہر نکال دیا۔

اللہ پاک یوں ہر کسی کی مدد فرماتے ہیں، صرف یقین ہونا چاہئے۔

☆☆☆

احکام و مسائل

ہم اپنے مالوں کی زکوٰۃ کیسے نکالیں؟

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

زکوٰۃ حساب کر کے نکالنا چاہئے

بہت سے لوگ تو وہ ہیں جو زکوٰۃ سے بالکل بے پروا ہیں، العیاذ باللہ! وہ تو زکوٰۃ نکالتے ہی نہیں ہیں، ان کی سوچ تو یہ ہے کہ یہ ڈھائی فیصد کیوں دیں؟ بس جو مال آرہا ہے وہ آئے، دوسری طرف بعض لوگ وہ ہیں جن کو زکوٰۃ کا کچھ نہ کچھ احساس ہے، وہ زکوٰۃ نکالتے بھی ہیں، لیکن زکوٰۃ نکالنے کا جو صحیح طریقہ ہے، وہ طریقہ اختیار نہیں کرتے، جب ڈھائی فیصد زکوٰۃ فرض کی گئی تو اب اس کا تقاضہ یہ ہے کہ ٹھیک ٹھیک حساب لگا کر زکوٰۃ نکالی جائے، بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ کون حساب کتاب کرے، کون سارے اسٹاک کو چیک کرے، لہٰذا بس اندازہ کر کے زکوٰۃ نکال دیتے ہیں، اب اس اندازے میں غلطی بھی واقع ہوسکتی ہے اور زکوٰۃ نکالنے میں کمی بھی ہوسکتی ہے، اور اگر زکوٰۃ زیادہ نکال دی جائے، انشاء اللہ مواخذہ نہیں ہوگا، لیکن اگر ایک روپیہ بھی کم ہوجائے یعنی جتنی زکوٰۃ واجب ہوئی ہے، اس سے ایک روپیہ کم زکوٰۃ نکالی تو یاد رکھئے وہ ایک روپیہ جو آپ نے حرام طریقے سے اپنے پاس روک لیا ہے، وہ ایک روپیہ سارے مال کو برباد کرنے کے لئے کافی ہے، اس لئے ہم زکوٰۃ اس طرح نکالیں جس طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں بتایا ہے اور اس کو حساب کتاب کے ساتھ نکالیں، صرف اندازہ سے نہ نکالیں۔

زکوٰۃ کا نصاب

زکوٰۃ کا نصاب یہ ہے: ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا نقد روپیہ یا زیور یا سامان تجارت وغیرہ، جس شخص کے پاس یہ مال اتنی مقدار میں موجود ہو تو اس کو صاحب نصاب کہا جاتا ہے۔

اموال زکوٰۃ کون کون سے ہیں؟

۱- نقد روپیہ چاہے وہ کسی شکل میں ہو چاہے وہ نوٹ ہوں یا سکے کی شکل میں ہو۔

۲- سونا چاندی چاہے وہ زیور کی شکل میں ہو یا سکے کی شکل میں ہو، بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ رہتا ہے کہ جو خواتین کا استعمالی زیور ہے اس پر زکوٰۃ نہیں ہے، یہ بات درست نہیں، صحیح بات یہ ہے کہ استعمالی زیور پر زکوٰۃ واجب ہے، البتہ سونے چاندی کے زیور پر زکوٰۃ واجب ہے، لیکن اگر سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کا زیور چاہے پلاٹینم ہی کیوں نہ ہو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، اسی طرح ہیرے جواہرات پر زکوٰۃ نہیں، جب تک تجارت کے لئے نہ ہوں، بلکہ ذاتی استعمال کے لئے ہوں۔

سامان تجارت کی قیمت کے تعین کا صحیح طریقہ

دوسری چیز جس پر زکوٰۃ فرض وہ ہے سامان تجارت، مثلاً کسی دکان میں سامان برائے فروخت رکھا ہوا ہے، اس سارے اسٹاک پر زکوٰۃ واجب ہے، البتہ اسٹاک کی قیمت لگاتے ہوئے اس بات کی گنجائش ہے کہ آدمی زکوٰۃ نکالتے وقت یہ حساب لگائے کہ اگر میں پورا اسٹاک اکھٹا فروخت کروں تو بازار میں اس کی کیا قیمت لگے گی، دیکھئے ایک ریٹل پرائس ہوتی ہے اور دوسری ہول سیل پرائس، تیسری صورت یہ ہے کہ پورا اسٹاک اکھٹا فروخت کرنے کی صورت میں کیا قیمت لگے گی، لہٰذا جب دکان کے اندر جو مال ہے اس کی زکوٰۃ کا حساب لگایا جارہا ہو تو اس کی گنجائش ہے کہ تیسری قسم کی قیمت لگائی جائے، وہ قیمت نکال کر پھر اس کا ڈھائی فیصد زکوٰۃ میں نکالنا ہوگا، البتہ احتیاط اس میں ہے کہ عام ہول سیل قیمت سے حساب لگا کر اس پر زکوٰۃ ادا کردی جائے۔

مال تجارت میں کیا کیا داخل ہے؟

اس کے علاوہ مال تجارت میں ہر وہ چیز شامل ہے جس کو آدمی نے بیچنے کی غرض سے خریدا ہو، لہٰذا اگر کسی شخص نے بیچنے کی غرض سے کوئی پلاٹ خریدا یا زمین خریدی یا کوئی مکان خریدا یا گاڑی خریدی اور اس مقصد سے خریدی کہ اس کو بیچ کر نفع کماؤں گا تو یہ سب چیزیں مال تجارت میں داخل ہیں، لہٰذا اگر کوئی پلاٹ، کوئی زمین، کوئی مکان خریدتے وقت شروع میں یہ نیت تھی کہ میں اس کو فروخت کروں گا تو اس کی مالیت پر زکوٰۃ واجب ہے، بہت سے لوگ وہ ہوتے ہیں جو انویسمنٹ کی غرض سے پلاٹ خرید لیتے ہیں اور شروع ہی سے یہ نیت ہوتی ہے کہ جب اس پر اچھے پیسے ملیں گے تو اس کو فروخت کردوں گا اور فروخت کر کے اس سے نفع کماؤں گا تو اس پلاٹ کی مالیت پر بھی زکوٰۃ واجب ہے، لیکن پلاٹ اس نیت سے خریدا کہ اگر موقع ہوا تو اس پر رہائش کے لئے مکان بنوالیں گے، یا موقع ہوگا تو اس کو کرائے پر چڑھا دیں گے، یا کبھی موقع ہوگا تو

اس کو فروخت کردیں گے، کوئی ایک نیت واضح نہیں ہے، بلکہ ویسے ہی خرید کر ڈال دیا ہے، اب اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ آئندہ کسی وقت اس کو مکان بنا کر وہاں رہائش اختیار کرلیں گے اور یہ بھی احتمال ہے کہ کرائے پر چڑھا دیں گے اور یہ بھی احتمال ہے کہ فروخت کردیں گے تو اس صورت میں اس پلاٹ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، لہٰذا زکوٰۃ صرف اس صورت میں واجب ہوتی ہے جب خریدتے وقت ہی اس کو فروخت کرنے کی نیت ہو، یہاں تک کہ اگر پلاٹ خریدتے وقت شروع میں یہ نیت تھی کہ اس پر مکان بنا کر رہائش اختیار کریں گے، بعد میں ارادہ بدل گیا اور یہ ارادہ کرلیا کہ اب اس کو فروخت کر کے پیسے حاصل کرلیں گے تو محض نیت اور ارادہ کی تبدیلی سے فرق نہیں پڑتا، جب تک آپ اس پلاٹ کو واقعتاً فروخت نہیں کردیں گے اور اس کے پیسے آپ کے پاس نہیں آجائیں گے، اس وقت تک اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، بہرحال ہر وہ چیز جسے خریدتے وقت ہی اس کو فروخت کرنے کی نیت ہو، وہ مال تجارت ہے اور اس کی مالیت پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھیں کہ مالیت اس دن کی معتبر ہوگی جس دن آپ زکوٰۃ کا حساب کررہے ہیں، مثلاً ایک پلاٹ آپ نے ایک لاکھ روپئے میں خریدا اور آج اس پلاٹ کی قیمت دس لاکھ ہوگئی، اب دس لاکھ پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ نکالی جائے گی، ایک لاکھ پر نہیں نکالی جائے گی۔

کارخانہ کی کن کن اشیاء پر زکوٰۃ واجب ہے؟

اگر کوئی شخص فیکٹری کا مالک ہے تو اس فیکٹری میں جو تیار شدہ مال ہے، اس کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہے، اسی طرح جو مال تیاری کے مختلف مراحل میں ہے یا خام مال کی شکل میں ہے اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے، البتہ فیکٹری کی مشینری، بلڈنگ، گاڑیوں وغیرہ پر زکوٰۃ واجب نہیں، اسی طرح اگر کسی شخص نے کسی کاروبار میں شرکت کے لئے روپیہ پیسہ لگایا ہے، اور اس کاروبار کا کوئی مناسب حصہ اس کی ملکیت ہے تو جتنا حصہ اس کی ملکیت ہے، اس حصے کی بازاری قیمت کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔

بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ نقد روپیہ جس میں بینک بیلنس اور فائیننشل انسٹرومنٹس بھی داخل ہیں، ان پر زکوٰۃ واجب ہے، اور سامان تجارت جس میں تیار مال، خام مال اور جو تیاری کے مراحل میں ہیں، اس کے علاوہ ہر چیز جو آدمی نے فروخت کی غرض سے خریدی ہو، وہ بھی سامان تجارت میں داخل ہے۔

واجب الوصول قرضوں پر زکوٰۃ

ان کے علاوہ بہت سی رقمیں وہ ہوتی ہیں جو دوسروں سے واجب الوصول ہوتی ہیں، مثلاً دوسروں کو قرض دے رکھا ہے یا مثلاً مال ادھار فروخت کر رکھا ہے اور اس کی قیمت ابھی وصول ہونی ہے تو جب آپ زکوٰۃ کا حساب لگائیں اور اپنی مجموعی مالیت نکالیں تو بہتر یہ ہے کہ ان قرضوں کو واجب الوصول رقموں کو آج ہی آپ اپنی مجموعی مالیت میں شامل کرلیں، اگرچہ شرعی حکم یہ ہے کہ قرضے ابھی وصول نہیں ہوئے تو جب تک وصول نہ ہوجائیں اس وقت تک شرعاً ان پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہیں ہوتی، لیکن جب وصول ہوجائیں تو جتنے سال گزر چکے ہیں، ان تمام پچھلے سالوں کی بھی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، مثلاً فرض کریں کہ آپ نے ایک شخص کو ایک لاکھ روپیہ قرضہ دے رکھا تھا اور پانچ سال کے بعد وہ قرضہ آپ کو واپس ملا تو اگرچہ اس ایک لاکھ روپے پر ان پانچ سالوں کے دوران تو زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہیں تھی، لیکن جب وہ ایک لاکھ روپے وصول ہوگئے تو ان گذشتہ پانچ سالوں کی بھی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی تو چونکہ گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ یک مشت ادا کرنے میں بعض اوقات دشواری ہوتی ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ ہر سال اس قرض کی زکوٰۃ کی ادائیگی بھی کردی جایا کرے، لہٰذا جب زکوٰۃ کا حساب لگائیں تو ان قرضوں کو بھی مجموعی مالیت میں شامل کرلیا کریں۔

قرضوں کی منہائی

پھر دوسری طرف یہ دیکھیں کہ آپ کے ذمے دوسرے لوگوں کے کتنے قرضے ہیں؟ اور پھر مجموعی مالیت میں سے ان قرضوں کا منہا کردیں، منہا کرنے کے بعد جو باقی بچے وہ قابل زکوٰۃ رقم ہے، اس کا ڈھائی فیصد نکال کر زکوٰۃ کی نیت سے ادا کریں، بہتر یہ ہے کہ جو رقم زکوٰۃ کی بنے اتنی رقم الگ نکال کر محفوظ کرلیں، پھر وقتاً فوقتاً اس کو مستحقین میں خرچ کرتے رہیں، بہرحال زکوٰۃ کا حساب لگانے کا یہ طریقہ ہے۔

زکوٰۃ مستحق کو ادا کریں

دوسری طرف زکوٰۃ کی ادائیگی کے بارے میں بھی شریعت نے احکام بتائے ہیں، میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع فرمایا کرتے تھے کہ اللہ جل جلالہ نے یہ نہیں فرمایا کہ زکوٰۃ نکالو، نہ یہ فرمایا کہ زکوٰۃ پھینکو، بلکہ فرمایا: ﴿آتُوا الزَّكٰوةَ﴾ زکوٰۃ ادا کرو یعنی یہ دیکھو کہ اس جگہ پر زکوٰۃ جائے

جہاں شرعاً زکوٰۃ جانی چاہئے ، بعض لوگ زکوٰۃ نکالتے تو ہیں، لیکن اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ صحیح مصرف پر خرچ ہورہی ہے یا نہیں؟ زکوٰۃ نکال کر کسی کے حوالے کردی اور اس کی تحقیق نہیں کی کہ یہ صحیح مصرف پر خرچ کرے گا یا نہیں؟ آج بے شمار ادارے دنیا میں کام کر رہے ہیں ،ان میں بہت سے ادارے ایسے بھی ہوں گے جن میں بسا اوقات اس بات کا لحاظ نہیں ہوتا کہ زکوٰۃ کی رقم صحیح مصرف پر خرچ ہورہی ہے یا نہیں؟ اس لئے فرمایا کہ زکوٰۃ ادا کرو یعنی جو مستحق زکوٰۃ ہے اس کو ادا کرو۔

زکوٰۃ کا مستحق کون ؟

اس کے لئے شریعت نے یہ اصول مقرر فرمایا کہ زکوٰۃ صرف ان ہی اشخاص کو دی جاسکتی ہے جو صاحب نصاب نہ ہوں ، یہاں تک کہ اگر ان کی ملکیت میں ضرورت سے زائد ایسا سامان موجود ہے جو ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچ جاتا ہے تو بھی وہ مستحق زکوٰۃ نہیں رہتا، مستحق زکوٰۃ وہ ہے جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کی رقم یا اتنی مالیت کا کوئی سامان ضرورت سے زائد نہ ہو۔

کن رشتہ داروں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے ؟

یہ زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم انسان کے اندر یہ طلب اور جستجو خود بخود پیدا کرتا ہے کہ میرے پاس زکوٰۃ کے اتنے پیسے موجود ہیں، ان کو صحیح مصرف میں خرچ کرنا ہے، اس لئے وہ مستحقین کو تلاش کرتا ہے وہ کون کون لوگ مستحق ہیں اور ان مستحقین کی فہرست بناتا ہے، پھر زکوٰۃ پہنچاتا ہے، یہ بھی انسان کی ذمہ داری ہے، آپ کے محلے میں ، ملنے جلنے والوں میں عزیز واقارب اور رشتہ داروں میں ، دوست احباب میں جو مستحق زکوٰۃ ہوں ان کو زکوٰۃ ادا کریں، ان میں سب سے افضل یہ ہے کہ اپنے رشتہ داروں کو زکوٰۃ ادا کریں، اس میں دوہرا ثواب ہے ، زکوٰۃ ادا کرنے ثواب بھی ہے اور صلہ رحمی کرنے کا ثواب بھی ہے اور تمام رشتہ داروں کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں، صرف دو رشتے ایسے ہیں جن کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی، ایک ولادت کا رشتہ ہے، لہٰذا باپ بیٹے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا اور بیٹا باپ کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا، دوسرا نکاح کا رشتہ ہے، لہٰذا شوہر بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا اور بیوی شوہر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی، ان کے علاوہ باقی تمام رشتوں میں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، مثلاً بھائی کو، بہن کو، چچا کو، پھوپھی کو، ماموں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، البتہ یہ ضرور دیکھ لیں کہ وہ مستحق زکوٰۃ ہو اور صاحب نصاب نہ ہو۔

ایک بات یہ سمجھ لیں کہ زکوٰۃ کے لئے شرعاً کوئی تاریخ مقرر نہیں ہے اور نہ کوئی زمانہ مقرر ہے کہ اس زمانے میں یا اس تاریخ میں زکوٰۃ ادا کی جائے ، بلکہ ہر آدمی کی زکوٰۃ کی تاریخ جدا ہوتی ہے، شرعاً زکوٰۃ کی اصل تاریخ وہ ہے جس تاریخ اور جس دن آدمی پہلی مرتبہ صاحب نصاب بنا۔

☆☆☆☆☆

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی جدید و دیدہ زیب طباعت

☆ارکان اربعہ

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

جس میں اسلامی عبادات (نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ) کی شرعی حیثیت، دین میں ان کی اہمیت، اجتماعی زندگی میں ان کے مقام ومقاصد اور اسرار وحکم پر کتاب وسنت کی روشنی میں بحث کی گئی ہے، دیگر اہم مذاہب عیسائیت، یہودیت نیز ہندو مذہب سے تقابلی مطالعہ کے ساتھ۔

صفحات:۳۸۴ قیمت:۱۵۰

☆دین اسلام اور اولین مسلمانوں کی دو متضاد تصویریں

(عقائد اہل سنت وعقائد فرقہ اثنا عشریہ کا تقابلی مطالعہ)

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

سید المرسلین، خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علوشان، بعثت عظمیٰ کے مقاصد ونتائج، ان کی فطری صلاحیت واصلاح پذیری کی رو سے اور غیر جانب دار تاریخ کی شہادت کی روشنی میں کون سی تصویر (اصلاحی وتربیتی کام کرنے والوں کیلئے) حوصلہ افزا وہمت آفریں اور ایک صاحب انصاف کے لئے قابل قبول اور مطابق واقعہ ہے؟

صفحات:۸۴ قیمت:۵۰

نوٹ : طلباء کے لئے خصوصی رعایت

ناشر : مجلس تحقیقات ونشریات اسلام

پوسٹ بکس ۱۱۹، ندوۃ العلماء کیمپس، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

Ph No.: 0522-2741539 - Mob No.: 9889378176

Email.airpnadwa@gmail.com

فقہ و فتاویٰ

سوال وجواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: روزہ کی حالت میں مسواک کرنا کیسا ہے؟ کیا مسواک کرنے کی وجہ سے وہ بدبوختم تو نہیں ہوجائے گی جو اللہ کو بہت پسند ہے، بعض لوگ مسواک سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ معدہ خالی ہونے کی وجہ سے منہ سے جو بو آتی ہے اور جو اللہ کے نزدیک بہت پسندیدہ ہے، وہ مسواک سے زائل ہوجاتی ہے، اصل کیا ہے، صحیح رہنمائی کریں؟

جواب: روزہ کی حالت میں مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت عامر بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ کی حالت میں بے شمار مرتبہ مسواک کرتے ہوئے دیکھا ہے: "رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مالا أحصی یتسوك وھو صائم". [بخاری:۱/۲۵۴] اس روایت سے معلوم ہوا کہ روزہ کی حالت میں مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ مزید ثواب کی چیز ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے ایسا کرتے تھے، غور کریں تو معلوم ہوجائے گا کہ معدہ خالی ہونے کہ وجہ سے جو بو منہ سے آتی ہے وہ مسواک کرنے سے زائل نہیں ہوتی، کیونکہ یہ بو منہ کی گندی کی وجہ سے نہیں ہوتی کہ گندگی ختم ہوگئی اور بو ختم ہوگئی بلکہ یہ خلو معدہ (معدہ خالی ہونے) کی وجہ سے آتی ہے، جو منہ صاف کرنے کے بعد بھی آتی رہے گی۔

سوال: ہوائی جہاز پر روزہ افطار کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ اگر زمین کے اعتبار سے غروب آفتاب کا وقت ہوگیا ہو، مگر جہاز کا بلندی پر جانے کی وجہ سورج دکھائی پڑ رہا ہو تو ایسے میں زمین کے غروب کا اعتبار ہوگا یا ہوائی جہاز کے غروب کا، روزہ دار کیا کرے؟

جواب: ہوائی جہاز پر روزہ دار کو جب آفتاب نظر آئے تو افطار کی اجازت نہیں ہوگی، بلکہ روزہ دار جہاں ہو وہاں کے غروب آفتاب کا اعتبار ہوگا، معلوم ہوا کہ اگرچہ زمین پر آفتاب غروب ہوچکا، لیکن بلندی پر جانے کے بعد آفتاب نظر آرہا ہو تو اس وقت افطار نہیں کریں گے، بلکہ بعد غروب کریں گے۔ علامہ کاسانیؒ نے "بدائع الصنائع" میں اہل اسکندریہ کے اسی قسم کے ایک سوال کا جواب نقل کیا ہے جس میں صراحت ہے کہ زمین پر جب غروب ہوجائے تو اہل شہر کے لئے افطار کرنا درست ہے، لیکن جو لوگ بلندی پر ہیں اور سورج نظر آرہا ہو تو ان کا افطار درست نہیں ہے اور حکم کی بنیاد یہ بتائی ہے کہ ہر جگہ کے لوگوں کے لئے اسکے سورج غروب ہونے کا اعتبار ہے: "فیعتبر فی أھل کل موضع مغربہ". [بدائع الصنائع:۲/۲۲۵]

سوال: روزہ کی حالت میں اگر غسل کرتے وقت کان میں پانی چلا جائے تو اس سے روزہ فاسد ہوجائے گا یا نہیں؟

جواب: بحالت روزہ غسل کرتے وقت اگر بلا ارادہ پانی کان میں چلا جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، بلکہ بلا ارادہ کان میں پانی ٹپکانے سے بھی مفتی بہ قول کے مطابق روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ:۱/۲۰۴)

سوال: مسوڑھوں سے خون نکل کر اگر پیٹ میں چلا جائے تو اس سے روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟

جواب: اگر خون حلق سے نیچے چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ خون کی مقدار زیادہ ہو اور تھوک کم ہو، لیکن اگر تھوک زیادہ ہو اور خون کم تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (ردالمحتار:۳/۳۶۸)

سوال: روزہ کی حالت میں اگر دانت نکلوایا جائے تو کیا اس سے روزہ پر کوئی اثر پڑے گا؟

جواب: روزہ کی حالت میں اگر دانت نکلوانے کی ضرورت پڑ جائے تو نکلوانے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر خون حلق کے اندر چلا جائے اور وہ تھوک سے زائد ہو جیسا کہ اس کا امکان رہتا ہے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، لیکن اگر شدید مجبوری نہ ہو محض معمولی تکلیف ہو تو اس صورت میں بحالت روزہ دانت نکلوانا مکروہ ہے۔

سوال: روزہ کی حالت میں کسی مریض کے لیے اپنا خون بذریعہ انجکشن نکال کر دینا یا اپنے ٹسٹ کے لیے نکالنا کیسا ہے؟ کیا اس سے روزہ فاسد ہوجائے گا؟

جواب: خون نکالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں پچھنا لگوایا ہے، پچھنا ایک ایسا طبی عمل ہے جس کے ذریعہ جسم کا خراب خون باہر نکالا جاتا تھا، لہٰذا بحالت روزہ خون دینے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر یہ اندیشہ ہو کہ خون نکالنے سے روزہ رکھنا دشوار ہوگا تو بلا کسی شدید مجبوری کے نکالنا مکروہ ہے، اس سے روزہ متاثر ہوگا۔ (بخاری/۱۹۴۰، باب الحجامۃ)

سوال: روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ کرنا کیسا ہے؟

جواب: ٹوتھ پیسٹ میں ذائقہ ہوتا ہے اور روزہ کی حالت میں کسی بھی چیز کے ذائقہ کو بلا عذر چکھنا مکروہ ہے، منہ کی صفائی مسواک سے ہوجاتی ہے اس لیے مسواک کر لینا کافی ہے، اگر نا کافی محسوس ہو تو بعد افطار ٹوتھ پیسٹ سے منہ صاف کر لیں۔ (البحر الرائق:۲/۲۷۹)

☆☆☆☆☆

اعمال رمضان

مومن کا رمضان

فیصل احمد بھٹکلی ندوی

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ﴾. (سورہ بقرہ: ۱۸۳)

ہم پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے ہمیں ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا، یہ اتنا بڑا احسان ہے جس کا ہم اندازہ نہیں کرسکتے اور اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کی جتنی بھی قدر کریں کم ہے، تو اس نعمت کی جتنی قدر کرسکیں کریں، ایمان کی قدر یہی ہے کہ اللہ نے جن چیزوں کو فرض کیا ہے اور جن چیزوں کا ایمان تقاضا کرتا ہے ان تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں اور اسلام کے احکام کو بجالائیں اور اللہ کے تقرب واطاعت کی زندگی گزاریں۔

روزے کا مقصد

اللہ کے ان ہی احکامات میں سے جو اس نے فرض فرمائے ہیں، روزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ﴾. یہاں تین باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں: ایک یہ کہ روزہ فرض ہے واجب ہے ضروری ہے۔ دوسری بات یہ فرمائی گئی کہ روزہ تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں پر بھی فرض کیا گیا تھا اور اس سے پہلی امتوں پر بھی ضروری تھا۔ اس کے ایام مختلف تھے اور ممکن ہے کہ اس کی نوعیتیں بھی مختلف رہی ہوں، لیکن بہرحال ضروری تھا، اس کی کچھ تفصیل حدیث کی کتابوں میں ملتی ہے (دیکھئے: ارکان اربعہ: ص/۱۳۵-۲۴۰) تیسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ روزہ ہم پر کیوں فرض کیا گیا ہے؟ کیا اللہ کا مقصد یہ ہے کہ ہم کو بھوکا رکھے، پیاسا رکھے، حاشا اللہ، ایسی بات نہیں ہے، بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ ہمارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔ پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے: اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔

تقویٰ کیا ہے؟ تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ کسی چیز سے ڈر کر اس سے بچنا تقویٰ ہے، یعنی اللہ کا لحاظ کریں اور اس کی نافرمانی سے بچیں، گناہوں سے دور رہیں، اللہ کی مرضی کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔ گناہوں سے بچنے کا نام حقیقتاً تقویٰ ہے۔ اللہ نے روزے اسی لیے فرض کیے، تاکہ ہمارے اندر ایسی کیفیت اور ایسے جذبات پیدا ہوں کہ گناہوں سے دور رہنا آسان ہوجائے۔

قرآن میں عورتوں سے خطاب

جس طرح اسلام کے احکام مردوں کے لیے ہیں اسی طرح عورتیں بھی ان کی مکلف ہیں، مگر قرآن مجید میں عام طور پر ایسے صیغے استعمال کیے گئے ہیں کہ ظاہری طور پر جن سے مرد مراد ہوتے ہیں، لیکن یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ان صیغوں میں جس طرح مردوں کو مخاطب کیا گیا ہے، اسی طرح عورتیں بھی مخاطب ہیں، اور بہت سے احکام ایسے بھی ہیں جن میں صراحت کے ساتھ عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ روزہ ان ہی چیزوں میں سے ہے جن کے لیے اللہ نے عورتوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ سورۂ احزاب کی آیت ہے جس میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے: ﴿اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ﴾ . (احزاب: ۳۵) اس میں آگے ہے: ﴿وَالصَّائِمِیْنَ وَالصَّائِمَاتِ﴾ یعنی روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔ آیت کے اخیر میں فرمایا گیا: ﴿اَعَدَّاللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا﴾ یعنی اللہ نے ان کے لیے بہت بڑا اجر اور مغفرت کا سامان تیار کیا ہے۔ چونکہ عورتیں اسلام کے احکام کی مخاطب ہیں تو جس طرح مردوں پر فرض بنتا ہے کہ وہ اسلام کے احکام سے واقف ہوں اسی طرح عورتوں کے لیے بھی لازم ہے کہ وہ تعلیمات اسلام سے پوری طرح آگاہ ہوں، اور اپنے کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے تیار کریں۔ اسی لیے آپ ﷺ عورتوں کو الگ سے خطاب کرنے کا اہتمام کرتے تھے۔

حضور ﷺ کا عورتوں کو وعظ و نصیحت کے لیے خصوصی اہتمام

کچھ صحابیات خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ تو مردوں کو نصیحت کرتے رہتے ہیں اور ہمارے لیے آپ خاص اجتماع نہیں کرتے، ہم بھی تو محتاج ہیں! حضور ﷺ نے ہفتے میں ایک دن مقرر کیا، خاص ان کے لیے وہاں اہتمام ہوتا تھا (صحیح بخاری، رقم ۱۰۱) حضور ﷺ اس میں ان کو تاکید کیا کرتے تھے نیک اعمال کی، صدقہ اور خیرات کی، اسی طرح بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کے لیے حضور ﷺ خاص طور پر عورتوں کو مخاطب کیا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان)

روزے کے تقاضے

روزہ جو ہم پر فرض کیا گیا ہے ظاہری طور پر ہم جانتے ہیں کہ روزہ کسے کہتے ہیں؟ کھانے پینے سے اور روزے توڑنے والی تمام چیزوں سے آدمی

بچ جائے، دور رہے۔ سحر کے وقت سے افطار کے وقت تک، یعنی غروب شمس تک آدمی روزہ توڑنے والی تمام چیزوں سے بچ جائے، نہ کھائے، نہ پیے، نہ میاں بیوی کے تعلقات رکھے، اور ایسی کوئی بات نہ ہو جس سے روزہ ٹوٹ جائے، یہ تو لوگ جانتے ہی ہیں، لیکن روزہ دار کی صرف یہی ذمہ داری نہیں ہے اور بھی واجبات اور آداب ہیں ان میں بنیادی طور پر یہ بات ہے کہ روزے دار اپنی زبان کی حفاظت کرے، جھوٹ نہ بولے، غیبت نہ کرے، گالی گلوچ نہ کرے۔

روزہ ڈھال ہے

حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "الصیام جنة مالم یخرقها". (نسائی، کتاب الصیام) روزہ ڈھال ہے، جب تک آدمی اس کو پھاڑ نہ دے، تو حضور ﷺ سے پوچھا گیا روزہ کس چیز سے پھٹ جاتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: جھوٹ اور غیبت سے (طبرانی) یعنی جھوٹ اور غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، جو روزہ کا اجر و ثواب ہے وہ ختم ہوجاتا ہے، دوسری روایت میں ہے کہ روزہ قیامت کے دن جہنم سے رکاوٹ بنے گا۔ (مسند احمد: ۲/۴۰۲) اور روزہ دار کے حق میں سفارش کرے گا، ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ "الصیام والقرآن یشفعان" (مستدرک حاکم: ۱/۵۵۴) روزہ کہتا ہے کہ میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے اور خواہشات پوری کرنے سے روکا تو میری سفارش قبول فرما، اور قرآن کہتا ہے کہ اے اللہ! میں نے رات میں اس کو سونے سے روکا کہ وہ میری تلاوت کرے اور نماز پڑھے تو میری سفارش قبول کر، ان کی سفارش قبول کی جاتی ہے۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا: "الصوم جنة" روزہ ڈھال ہے بعض علماء نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ گناہوں سے بچنے کے لیے ڈھال ہے۔ (فتح الباری: ۴/۲۱۲)

روزے میں گناہوں اور بالخصوص غیبت سے بچنے کی ضرورت

بعض علماء کا یہ قول بھی نقل کیا جاتا ہے کہ جس طرح کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح غیبت اور جھوٹ سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے، عام طور پر غیبت میں لوگ بہت مبتلا ہوتے ہیں، اور ان میں بھی عورتیں ہی بہت آگے ہوتی ہیں، بیٹھے بیٹھے لوگوں کا تذکرہ کرتی ہیں۔ غیبت کہتے ہیں کسی کے بارے میں ایسی بات اس کے پیٹھ پیچھے کہنا کہ جس کو وہ ناپسند کرے، وہ اچھا نہ سمجھے کہ میرا اس طرح تذکرہ ہو، اور میرے بارے میں لوگ یہ کہتے ہیں، یہ اس کو اچھا نہ لگے۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہم منہ پر بھی کہہ لیتے ہیں۔ آپ اگر اس کے سامنے کہہ دیں اور وہ برا سمجھے اور وہ بات آپ اس کے پیٹھ پیچھے بھی کہہ دیں تب بھی وہ غیبت ہوجاتی ہے، اس لیے کسی کا یہ کہنا کہ ہم تو منہ پر بھی کہہ دیتے ہیں غیبت سے اس کو خارج نہیں کرتا۔ اسی طرح حدیث میں آتا ہے: "من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة فی أن یدع طعامه و شرابه". (بخاری، رقم ۱۹۰۳) جو روزہ دار روزہ رکھ کر جھوٹ سے اور اس پر عمل کرنے سے نہ بچے تو اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے۔ اللہ تھوڑی یہ چاہتا ہے کہ آدمی کھانا پینا چھوڑ دے اور بھوکا رہے، بلکہ اللہ کی منشا یہ ہے کہ آدمی کے اندر تقویٰ پیدا ہوجائے، روزہ رکھ کر آدمی تقوے کے خلاف کرے اور ڈھال کو پھاڑنے کی کوشش کرے تو ایسے روزہ کا کیا حاصل؟ اس لیے اس کے اہتمام کی بہت ضرورت ہے کہ آدمی روزہ رکھ کر گناہوں سے اور جھوٹ سے اور بالخصوص غیبت سے بچے اور اس سے دور رہے، ورنہ روزے کا ثواب نہیں ملے گا، فرض تو ادا ہوجائے گا۔ یہ تو اکثر لوگوں کے نزدیک ہے، ورنہ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، روزہ رکھنا بھی بیکار ہے، قضا ضروری ہوگی، لیکن جمہور علماء نے لکھا ہے کہ روزہ تو ادا ہوتا ہے، لیکن جو اس کا ثواب ملنا چاہیے وہ نہیں ملتا، اس لیے بہت احتیاط کی ضرورت ہے کہ آدمی روزہ رکھ کر غیبت سے، جھوٹ سے، بہتان سے اور دوسرے گناہوں سے بچے اور کسی گناہ کے قریب نہ ہو، روزہ تو اسی کی مشق کے لیے ہے، اگر گناہ سے نہ بچے تو روزے کا کیا فائدہ؟ بالکل ایسا ہی ہے کہ بیمار ہو، علاج میں پرہیز نہ کرے تو اس کا علاج کیسے ہوگا! تو دلوں کے اندر جو بگاڑ ہے اس کی اصلاح وعلاج کے لیے اللہ نے روزہ فرض کیا ہے۔ اس لیے روزہ کی حالت میں بہت احتیاط کرنا چاہیے کہ آدمی گناہوں سے دور رہے۔

روزے کا ثواب

حدیث میں ہے کہ روزے کے متعلق اللہ فرماتا ہے کہ روزہ میرے لیے ہے: "الا الصیام فانه لی و أنا أجزي به" میں خود اس کا بدلہ دیتا ہوں وہ میرے لیے اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ (مسلم، رقم ۱۱۵۱)

یہ بہت بڑی عبادت ہے اگر آدمی اخلاص سے روزہ رکھے، کونسی چیز ہے جو اس کو کھانے پینے سے روکتی ہے؟ صرف تقویٰ ہے، لذیذ چیزیں سامنے ہوتی ہیں، لیکن آدمی کھانے پینے سے بہت دور رہتا ہے اور اس سے بچتا ہے، اس لیے کہ اللہ کا حکم ہے، اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا: "للصائم فرحتان فرحة عند فطره وفرحة عند لقاء ربه". (مسلم، رقم ۱۱۵۱) روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہوتی ہیں، ایک افطار کے وقت خوشی ہوتی ہے، اول تو یہ کہ بھوک کے بعد کھانے سے آدمی کو ایک طرح

کی طبعی خوشی ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ کا حکم پورا کیا، اس سے بھی خوشی ہوتی ہے اور دل میں ایک مسرت اور حلاوت محسوس ہوتی ہے اور فطرت میں یہ بھی داخل ہے کہ رمضان کے بعد عید الفطر کا موقع آتا ہے تو کیسی خوشی ہوتی ہے! اور دوسری خوشی "عند لقاء ربہ" قیامت کے دن رب سے ملاقات پر خوشی ہوگی، چنانچہ حدیث میں آتا ہے، جنت کے بہت سے دروازے ہیں روزے دار کو خاص دروازہ باب الریان سے پکارا جائے گا، اس سے اس کو پوری عزت کے ساتھ داخل کیا جائے گا۔ حدیث میں ہے کہ روزہ دار کے منھ سے جو بدبو نکلتی ہے: "لخلوف فم الصائم أطيب عندالله من ريح المسك". (حوالہ سابق) وہ مشک سے زیادہ اللہ کے نزدیک اہمیت رکھتی ہے۔ اس لیے روزے دار اللہ کے وعدوں کا استحضار رکھ کر روزہ رکھے۔

افطار کرانے کی فضیلت اور اس کا ثواب

جس طرح روزہ رکھنے پر ثواب ہے، اسی طرح روزہ افطار کرانے پر بھی بہت ثواب ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ کسی کو روزہ افطار کرائے تو اس کی مغفرت ہوجاتی ہے اور غلام کو آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ، رقم ۱۸۸۷) غلام، اس زمانے میں نہیں ہوتے ہیں، اُس زمانے میں غلام ہوتے تھے، اسلام نے غلاموں کو آزاد کرنے کی بہت ترغیب دی ہے، صحابہ نے اس پر دریافت کیا کہ روزے دار کو کیسے افطار کرائے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ افطار کا مطلب یہ تھوڑی ہوتا ہے کہ آدمی کھانا کھلائے اور بڑی دعوت کرے اور کوئی بڑا اہتمام کرے، بلکہ افطار کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ایک کھجور کھلائے، پانی پلائے، دودھ پلائے، شربت پلائے جس سے آدمی افطار کرسکے اسے اس پر ثواب ملے گا۔ اس موقع پر جب کسی کے یہاں ہدیہ بھیجیں تو اس میں ہم یہ نیت کریں کہ روزہ افطار کرانے کے لیے بھیج رہے ہیں اس میں دوگنا ثواب ملے گا: ایک تو ان کی خوشی ہوگی اور صلہ رحمی ہوگی اور تعلقات اچھے ہوں گے، پھر اللہ کتنا خوش ہوگا، اس پر ایک ثواب ملے گا، گناہ معاف ہوجائیں گے اور غلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب ملے گا، اس لیے ہم ذرا اپنی نیت صحیح کریں تو بہت کچھ پاسکتے ہیں۔ اس لیے حدیث میں صاف کہا گیا کہ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے: "نية المومن خير من عمله". (المعجم الکبیر للطبرانی: ۶/۱۸۵) آدمی کام کرتا ہے، لیکن نیت اچھی نہیں ہوتی، لوگوں کو دکھانے کی نیت ہوتی ہے تو کوئی ثواب نہیں ملتا، بہت سے مواقع ایسے بھی ہوتے ہیں کہ آدمی بدنیت نہیں ہوتا بلکہ بے نیت ہوتا ہے، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں میں عام طور پر بدنیتی نہیں ہے، بہت سے لوگ بے نیت ہوتے ہیں، لوگ بہت سے کام کر جاتے ہیں، وہ نیک کام ہوتے ہیں، لیکن کوئی نیت نہیں ہوتی، تو آدمی کو اپنی نیت تازہ کرتے رہنا چاہیے، تو روزہ دار کو افطار کرانے کی نیت ہو تو بیٹھے بیٹھے مفت میں اجر مل جائے گا اور بہت بڑا ثواب حاصل ہوگا، اس کا اہتمام کریں۔

روزے کی حالت میں عمل کا ثواب

روزے دار کی بہت سی فضیلتیں حدیث میں بیان کی گئی ہیں، بہت سے اعمال مسلمان ہمیشہ کرتا ہے، لیکن روزے کی حالت میں آدمی اس کو کرے تو اس کا ثواب بھی زیادہ ملتا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ ایک فرض ستر فرائض کے برابر ہے اور ایک نفل ایک فرض کے برابر ہوتا ہے (صحیح ابن خزیمہ حوالہ سابق) بقیہ دنوں میں ہم ایک نفل کام کرتے ہیں مگر رمضان میں یہی نفل عمل ایک فرض کا درجہ رکھتا ہے۔ فرائض ونوافل کا تو اہتمام ہونا ہی چاہیے۔

دعا کا اہتمام

اسی طرح دعا کا بھی بہت اہتمام کرنا چاہیے حدیث میں آتا ہے رمضان کے دن رات میں کوئی ایک دعا مومن کی ضرور قبول ہوتی ہے (رواہ البزار، دیکھئے: کشف الاستار، رقم ۹۶۲) یوں تو اللہ دعا قبول کرتا ہے، لیکن دعا کے قبول ہونے کے لیے چند باتوں کا پایا جانا ضروری ہے، ایک اہم بات یہ ہے کہ آدمی حرام غذا سے بچے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جو آدمی دعا کرتا ہے، لیکن اس کا کھانا حرام اس کا پینا حرام ہے، تو پھر اس کی دعا کیسے قبول ہوگی: "مطعمه حرام، ومشربه حرام، وملبسه حرام، وغذي بالحرام فأنى يستجاب لذلك". (مسلم، رقم ۱۰۱۵) اس لیے دعا کی قبولیت کے لیے حرام سے پرہیز واجتناب کرے، ان شاء اللہ دعائیں قبول ہوں گی، دن رات میں اس کی ایک دعا ضرور قبول ہوگی یہ حدیث میں ہے اس کا اہتمام کریں۔

اس وقت عالم اسلام میں مسلمانوں پر جو حالات ہیں جو مصیبتیں آرہی ہیں ان کے دور ہونے کے لیے دعائیں کریں، مرد وعورتیں سب اس کا اہتمام کریں، شاید عورتیں اس کے لیے دعا کا زیادہ اہتمام نہیں کرتیں۔ تمام مسلمانوں کا درد ہمارے دلوں میں ہونا چاہئے، ان بابرکت ساعتوں میں ہم ان کے لیے راحت، چین، سکون، عافیت کی دعا کریں اور بڑے اہتمام سے دعا کریں، ان شاء اللہ ہماری دعائیں اللہ تعالیٰ قبول کرے گا۔ اپنے لیے، اپنی اولاد کے لیے، ان کی صحیح تربیت کی توفیق کے لیے، اور شہر کے ماحول کے سدھار کے لیے، عورتوں کے لیے، نوجوانوں کے لیے، تمام لوگوں کی اصلاح کے لیے خاص طور پر رمضان کی مبارک گھڑیوں میں دعا کریں۔

(جاری)

خبر و نظر

عالم اسلام

جاوید اختر ندوی

نمسا میں اسلام کی مقبولیت میں حیرت انگیز اضافہ

موجودہ بین الاقوامی حالات کے تناظر میں جب کہ یورپ کے مختلف ممالک اور علاقوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اسلامی شعائر وتعلیمات اور رسول اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر گھناؤنے حملے کئے جارہے ہیں، مسلم اقلیت کی مذہبی، دینی اور اسلامی آزادی سلب کی جارہی ہے، نسل پرستی اور فرقہ وارانہ تعصب میں اضافہ ہی دیکھنے میں آرہا ہے۔ ان تیرہ وتاریک فضا میں کیتھولک اکثریت والے ملک نمسا کے حالات سے امید کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں، ملک میں ہونے والے اعداد وشمار سے اندازہ ہوتا ہے کہ نمساوی عوام بڑی تیزی کے ساتھ عیسائیت کو ترک کرکے دین اسلام کی کی طرف لپک رہی ہے جس کی نظیر ملک کی تاریخ میں دور دور تک نہیں ملتی۔

"آج نمساوی عوام کو روحانی اور ایمانی غذا اور آب حیات کی سخت ضرورت ہے، وہ زندگی کے تمام اسباب ووسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود کسی اہم چیز کے نہ ہونے کا شدت سے احساس کر رہے ہیں اور آخرت کی پرلطف زندگی کے حصول کے لئے ان کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے اور ان کو یہ پتہ ہی نہیں کہ وہ کیوں اس دنیا میں آئے اور کیوں یہاں زندگی کے ایام گذار رہے ہیں؟"۔

ان خیالات کا اظہار نمسا کی رہنے والی نومسلمہ کارلا امینہ نے کیا، جو آج نمسا میں نئی نسل کے لئے ایک نمونہ بن گئی ہے اور جس نے بڑی تکلیف و پریشانی اور مشقت وکلفت کے بعد اسلامی تعلیمات میں اپنی راحت واطمینان اور امن وسکون کا سامان تلاش کرلیا ہے۔

یہاں پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ ۲۰۰۵ء کی رائے شماری کے مطابق نمسا میں مسلمانوں کی تعداد صرف چار ہزار تھی، یعنی ایک ایسا ملک جس کے اندر کیتھولک عیسائیت کی طویل تاریخ رہی ہے اور جس کی کل آبادی آٹھ ملین ہے، اس میں مسلمانوں کی تعداد صرف چار تھی، لیکن نئی رائے شماری سے یہ بات سامنے آئی کہ گذشتہ صرف دو برسوں میں تقریباً نصف ملین نمسا کے رہنے والے عیسائیوں نے اسلام قبول کرلیا اور یہ تعداد روز افزوں ہے۔

اسی طرح یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ نمسا کے اندر طویل مدت سے دین اسلام حکومت کے نزدیک ایک سرکاری مذہب کے طور پر مسلم رہا ہے اور یہاں کے سرکاری اداروں میں دینی مضامین بھی شامل رہے ہیں، لہٰذا اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہاں کی مسلم اقلیت نے مخلوط سماج کے اندر باہمی ہمدردی وخیر خواہی اور اسلامی اخوت ومساوات کا ایسا عمدہ نمونہ پیش کیا ہے جو پورے یوروپ کیلئے قابل تقلید ہے۔

دعوتی طریقہ اور اسلوب کا ایک پہلو یہ بھی ہے

قرآن مجید اللہ رب العزت کی آخری کتاب ہدایت ہے، اب اس کے بعد کوئی کتاب نہیں آئے گی اور نہ ہی کوئی نبی آئے گا، انسانیت کی تاریخ بتاتی ہے کہ جس نے بھی اس کتاب ہدایت کو صدق دل سے پڑھا وہ اسی کا ہوکر رہ گیا اور اس کو اپنی تمام بیماریوں کا علاج اس میں مل گیا، آئے دن اخبارات اور انٹرنیٹ کے ذریعہ اس طرح کی خبریں سامنے آتی رہتی ہیں اور اس کتاب کو پڑھ کر ایمان کے دائرہ میں داخل ہونے والوں کے تاثرات ہم پڑھتے رہتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ اگر آج مسلمانوں نے اس پہلو کی طرف خاطر خواہ توجہ کی اور غیر مسلموں تک قرآن مجید کے نسخے پہنچانے کا اہتمام کرلیا تو نہ جانے کتنے بھولے بھٹکے اسلام کی آغوش میں آکر پناہ لے لیں گے اور اس کے دامن میں آکر سکون کی سانس لیں گے، ایسا نہیں ہے کہ اس جانب مسلم تنظیموں اور داعیوں کی نظر نہیں ہے، بلکہ اس کو اتنے بڑے وسیع پیمانے پر کرنے کی ضرورت ہے کہ کوئی گھر قرآن اور ترجمہ قرآن سے خالی نہ رہ پائے، اس سلسلہ میں امریکہ میں ٹائمز بک فیسٹیول کی یہ رپورٹ کس قدر ہمت افزا ہے۔

"ہمیں یہ اسٹال بے حد پسند آیا، میں ہمیشہ قرآن مجید سے متاثر رہا ہوں، یہی وجہ ہے کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے"۔

جوزف نے یہ بات مسلمان ہونے کے بعد کہی، جوزف ان خوش قسمت افراد میں سے ایک ہیں جنہوں نے ۱۷ ویں سالانہ لاس اینجلس ٹائمز بک فیسٹیول کے انعقاد کے موقعہ پر فیسٹیول کے بک اسٹال "اسلام ہی کیوں؟" پر اسلام قبول کرنے کا اعلان کردیا۔

۱۹۹۶ء سے جاری یہ بک فیسٹیول سارے امریکہ میں سب سے کامیاب مانا جاتا ہے، جس میں ہر سال ڈیڑھ لاکھ کے قریب لوگ شرکت کرتے ہیں، فیسٹیول کی اس مقبولیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شمالی امریکہ کے اسلامی حلقہ نے باقاعدہ ہر سال Why Islam? کے نام سے اسٹال لگانا شروع کیا جس کے تحت مفت ترجمہ

قرآن، دیگر اسلامک لٹریچر کی تقسیم کے علاوہ اسٹال پر آنے والے حضرات کے چبھتے ہوئے سوالات کے تشفی بخش جوابات انتہائی مثبت اور دوستانہ ماحول میں دیئے جاتے ہیں ، اسٹال پر باقاعدہ دعوتی میدان میں پروفیشنل حضرات رضا کارانہ طور پر کام کرتے ہیں، اس سال بھی اس اسٹال سے انگریزی اور اسپینی زبان میں ترجمہ قرآن کی چار ہزار کاپیاں اور آٹھ ہزار سے زائد تعارف اسلام پر لٹریچر کی مفت تقسیم عمل میں آئی۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ امسال اسٹال پر آنے والے حضرات کی تعداد میں ۸۰ فیصد اضافہ نوٹ کیا گیا، ان میں اکثریت اسلام سے متعارف ہونے کا جذبہ رکھتی تھی۔

دنیاوی منصب نہیں، اسلامی حجاب محبوب

اسلامی حجاب ایک خاتون کو تحفظ فراہم کرتا ہے جب وہ اپنے محفوظ گھر سے باہر قدم رکھتی ہے اور اس پر اجنبی نگاہیں پڑتی ہیں تو اس وقت حجاب مکمل تحفظ دیتا ہے اسی لئے قرآن مجید نے اس کا صراحۃً حکم دیا ہے، حجاب کسی طرح کے عمل اور دینی و دنیاوی کسی طرح کی ترقی کے لئے مانع نہیں ہے، لیکن اس کا احساس کم ہی خواتین کو ہے اور وہ بہت کم اس پر مکمل عمل پیرا ہوتی ہیں اور جو اس کو ہر حال میں اختیار کئے رہتی ہیں، اس کے سامنے دنیا اور اہل دنیا خود جھک کر آتے ہیں۔

حالات وواقعات سے واقفیت رکھنے والوں کو معلوم ہے کہ فرانس کے ساتھ بلجیم وہ دوسرا ملک ہے جس نے حجاب کے معاملے میں انتہا پسندی اور ظلم کا راستہ اپناتے ہوئے مسلمان خواتین کے لئے سرعام نقاب پہننے پر پابندی لگادی، اس پابندی کے باوجود کچھ خواتین ایسی بھی ہیں جن کے نزدیک اسلامی حجاب ایک تہذیبی علامت نہیں، بلکہ دین کا ایک اٹوٹ حصہ ہے، ان ہی میں سے ترکی کی ایک نوجوان دوشیزہ مہانیر ازدمیر بھی ہیں جو باقاعدہ حجاب پہنتی ہیں، قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ کوئی معمولی خاتون نہیں، بلکہ بلجیم کی ممبر پارلیمنٹ بھی ہیں، اپنے حجاب کو باقی رکھتے ہوئے انہوں نے پارلیمنٹ کی نشست جیت کر یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ اسلامی حجاب سمیت تمام اسلامی قوانین وآداب مسلمان خواتین کی دنیاوی ترقی میں کبھی رکاوٹ نہیں بنتے۔

پارلیمنٹ شپ کے ساتھ ہی انہوں نے مقامی بلدیہ کی نائب میئر کی حیثیت سے الیکشن میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا ہے، اس طرح وہ نہ صرف قانون سازی میں شریک رہیں گی، بلکہ قانون نافذ کرنے والے ادارے کے ایک اہم منصب کی حقدار بھی ہوں گی، اس الیکشن میں ان کی شرکت پر حجاب مخالف ممبران پارلیمنٹ نے ان پر یہ واضح کر دیا ہے کہ ممبر پارلیمنٹ کی حیثیت سے وہ پارلیمنٹ میں اپنی مرضی کا لباس پہن سکتی ہیں، کیونکہ وہ ایک مخصوص جماعت کی نمائندگی کر رہی ہیں، مگر نائب میئر کی سیٹ کی حقدار وہ اسی وقت ہوں گی جب کہ وہ حجاب ترک کرنے کا فیصلہ کرلیں، کیونکہ نائب میئر کسی ایک کمیونٹی کا نہیں، بلکہ شہر کی ساری عوام کا نمائندہ ہوتا ہے، اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے مانیراز دمیر نے کہا کہ اس قسم کا بیان میرے لئے کوئی انوکھا نہیں مگر نسل پرستی پر مبنی ضرور ہے، مجھے نائب میئر کے منصب سے کہیں زیادہ میرا حجاب محبوب ہے، لہٰذا اس منصب کو تو میں قربان کرسکتی ہوں، مگر اپنے حجاب کو نہیں۔

ایک برازیلی مذہبی شخص کا قبول اسلام

برازیل کے سب سے کثیر آبادی والے بڑے صوبہ سابالو میں ڈاکٹر واگنیر نامی صلیب احمر کے ذمہ دار نے مصری وزارت اوقاف کے نمائندہ شیخ عبدالحمید متولی کے ہاتھوں اپنے اسلام لانے کا کھلے عام اعلان کردیا۔

اس کا واقعہ سبب قدرت الٰہی کی طرف سے یوں پیش آیا کہ واگنیر برازیل کی سب سے پرانی مسجد کی زیارت کے لئے گیا، عشاء کی نماز کے بعد جب یہ پہونچا تو مسجد بند تھی، لیکن خالق و ہادی انسانیت کی طرف سے انتظام یہ ہوا کہ اسی وقت شیخ عبدالحمید سے ملاقات کرنے ایک صاحب وہاں آگئے جن کے ساتھ وہ شیخ تک پہونچ گئے، شیخ نے ان کے سامنے دین اسلام کے شعائر وتعلیمات اور قرآن مجید کے محاسن واعجاز کو بیان کیا، جس کے بعد ان کو شرح صدر ہوگیا اور وہ اسلام لانے کو تیار ہوگئے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ پادری موصوف کے مطابق وہ اب تک کسی دین کو نہیں مانتے تھے، لیکن ان کے دادا مسلمان تھے، اور جب دادا قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے تو یہ بغور سنتے تھے اور یہ سعادت بار باران کے حصہ میں آئی۔

اس کے بعد وہ قرآن پاک اور اسلام کے بارے میں غور کرنے لگے اور یہ کہ ان کے دادا اس قدر قرآن کی تلاوت کیوں کرتے تھے؟ آخر میں یہ فیصلہ سابالو کی سب سے قدیم مسجد جانے کا فیصلہ کیا، جہاں انہوں نے مسلمانوں کے جم غفیر کے سامنے شہادتین پڑھی اور اس طرح اسلام وایمان کی دولت ونعمت سے سرفراز ہوگئے، اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے کہا کہ آج ان کو شہادتین کی ادائیگی کے بعد بڑا ذہنی وقلبی سکون اور اطمینان و خوشی محسوس ہورہی ہے۔

اس نے اعلان کیا کہ وہ باقاعدہ قرآن مجید کا مطالعہ کرکے اس کے لافانی پیغام کو دیگر متلاشیان حق تک پہونچانے کی کوشش کرے گا۔

☆☆☆☆☆

رپورٹ

دار العلوم ندوۃ العلماء میں سہ روزہ ورکشاپ بعنوان:

”عربی زبان وادب کی تدریس“

..... سلمان نسیم ندوی

تعلیم وتربیت کا منصب جتنا عظیم ہے اتنا ہی وہ نزاکتوں سے پُر ہے، اس میدان میں جن وسیع اور متنوع صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے اس کی نظیر ہمیں کار دعوت کے علاوہ کہیں اور نہیں ملتی اور بالخصوص عربی زبان وادب کی تعلیم نازک ذمہ داری ہے، جس میں صرف معلومات منتقل نہیں کئے جاتے بلکہ جذبات واشارات کی بھی ترجمانی بھی ہوتی ہے، جس کے لئے معلم کا صرف سند یافتہ ہونا کافی نہیں ہے، بلکہ ضروری ہے کہ وہ تربیت یافتہ بھی ہو۔

اسی ضرورت کے پیش نظر دار العلوم ندوۃ العلماء نے ہمیشہ اساتذہ کی ٹریننگ اور تربیت کا خاص اہتمام کیا ہے، اسی کڑی کو آگے بڑھاتے ہوئے دار العلوم نے مورخہ ۲۸، ۲۹، ۳۰ر اپریل ۲۰۱۲ء کو عربی زبان وادب کی تدریس پر ایک ورکشاپ کا انعقاد کیا جس میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے ملحقہ مدارس اور دیگر اداروں کے تقریباً ۸۰ سے زائد اساتذہ نے نمائندگی کی، اس سہ روزہ پروگرام میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے اساطین ادب اور ملک وبیرون ملک میں عربی زبان وادب میں اہم خدمات انجام دینے والے ماہر ندوی فرزندوں کے گرانقدر محاضرات ہوئے اور بدلتے ہوئے حالات میں عربی زبان و ادب کی تدریس کی تحسین اور دعوت کے لئے اس کو مفید وکارآمد بنانے پر غور وخوض کیا گیا۔

پروگرام کی افتتاحی نشست دار العلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کی صدارت میں دار العلوم کے پرشکوہ عباسیہ ہال میں منعقد ہوئی، مولانا نے اپنے افتتاحی خطاب میں فرمایا:

”ایک اعلیٰ، مثالی اور انسانی معاشرہ کی تشکیل میں عربی زبان کا ہمیشہ اہم کردار رہا ہے، عربی زبان و ادب کا زندگی سے، سماج اور خاص طور سے مسلم سماج سے گہرا تعلق ہے، اس زبان کا دین کے فہم وتفہیم سے، اجتہاد سے مضبوط رشتہ ہے، اس زبان کی تعلیم مسلمانوں کے لئے کتنا ضروری ہے؟ اس کی تدریس کے کیا طریقے ہیں؟ اور اس کی ترویج وتعمیم کے لئے کیا صورتیں اختیار کی جاسکتی ہیں؟ اور ہم تدریس کے ذریعہ سے مثالی سماج کی تعمیر میں زبان کے رول کو کتنا فعال بناسکتے ہیں؟ انہیں موضوعات پر تبادلۂ خیال کے لئے اس ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا ہے“۔

اس نشست میں پروفیسر احتشام ندوی اور ڈاکٹر شفیق احمد ندوی نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا، اس سے قبل کلیۃ اللغۃ العربیہ کے عمید مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری نے اپنا خطبہ استقبالیہ پیش کیا جس میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے ملحقہ مدارس اور دیگر اداروں کے تقریباً ۸۰ سے زائد اساتذہ نے نمائندگی کی، اس سہ روزہ پروگرام میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے اساطین ادب اور ملک وبیرون ملک میں عربی زبان وادب میں اہم خدمات انجام دینے والے ماہر ندوی فرزندوں کے گرانقدر محاضرات ہوئے اور بدلتے ہوئے حالات میں عربی زبان و ادب کی تدریس کی تحسین اور دعوت کے لئے اس کو مفید وکارآمد بنانے پر غور وخوض کیا گیا۔

پروگرام کی افتتاحی نشست دار العلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کی صدارت میں دار العلوم کے پرشکوہ عباسیہ ہال میں منعقد ہوئی، مولانا نے اپنے افتتاحی خطاب میں فرمایا:

طرز کو زندہ کرنے کی داعی تھی، اسی کے ساتھ عربی زبان کو ایک زندہ اور جیتی جاگتی زبان کی طرح پڑھانے کا انتظام کرنا چاہتی تھی، جس کے ذریعہ خود عربوں میں دعوت وتفہیم کا کام کیا جاسکے، اور طلباء و فضلاء مدارس کے سامنے اس کا نمونہ پیش کرنے کے لئے اس نے ۱۴۱۲ھ میں اپنا مرکزی ادارہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے نام سے قائم کیا، اس مقصد کے حصول کے لئے دو چیزوں کی ضرورت تھی:

۱- ایک ایسے نصاب کی تیاری جو ان خصوصیات کا حامل ہو اور وہ ان کتابوں سے مستغنی کرسکے جو اس کے معیار اور مقصد کے مطابق نہیں ہیں، اور اضطراراً ان کو اختیار کیا گیا ہے، ایک ایسے نصاب کو اختیار کرنا جو اس دانشگاہ کے تعلیمی نقطۂ نظر اور مقاصد کے مطابق نہ ہو اور جو طلباء کے علم وذوق کو ایک دوسری شاہراہ پر ڈالتا ہو، ایک طرح کا تضاد ہے، اور جو ان مقاصد کو ناکام بنانے کی (غیر شعوری وغیر ارادی) کوشش ہے جن کے لئے یہ ادارہ قائم ہوا۔

۲- دوسری بنیادی ضرورت ان اساتذہ کی تیاری اور تربیت ہے جو اس تحریک اور ادارہ کے تعلیمی نقطۂ نظر اور تخیل سے نہ صرف یہ کہ پورا اتفاق رکھتے ہوں، بلکہ اس کے پرجوش داعی اور اس کا عملی نمونہ ہوں، اور جو اپنی علمی اور تدریسی صلاحیت اور ہمدردی ودلسوزی کے ساتھ اس طریقۂ تعلیم کے مقابلہ میں اس کا امتیاز ثابت کرسکیں، آغاز کار میں ایسے اساتذہ کا دستیاب ہونا جو اس نصاب ونظام کے ساختہ و پرداختہ ہوں (جو ابھی پورے طور پر نافذ نہیں ہوسکا تھا) ممکن نہیں تھا، لیکن ان اساتذہ کی خدمات کا حاصل ہونا بعید از امکان نہیں تھا جو اس تعلیمی نقطۂ نظر اور اس طریق فکر سے زیادہ سے زیادہ اتفاق رکھتے ہوں اور اس کی افادیت کے قائل ہوں، لیکن ان کو بڑی باریک بینی کے ساتھ تلاش کرنے اور جانچ پرکھ کر رکھنے کی ضرورت تھی۔

ابتدائی دور میں ندوۃ العلماء کو نامساعد حالات کی وجہ سے ضرورت کے مطابق جدید نصاب کی ترتیب

(چند کتابوں کو مستثنیٰ کرکے) اور مناسب اساتذہ کی تیاری اور تربیت کا موقع نہیں ملا، لیکن ندوۃ العلماء کے چھٹے ناظم مولانا حکیم سید عبدالحی حسنیؒ، معتمد تعلیم علامہ سید سلیمان ندویؒ کے دور میں اس میں انقلابی تبدیلیوں کا آغاز ہوااور اس کی تکمیل ندوۃ العلماء کے ساتویں ناظم مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے دور نظامت میں ہوئی۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ہر لمحہ اس فکر میں گذرتا تھا کہ اس دین حنیف کی خدمت کے لئے جتنے طریقے ہوسکتے ہیں، ان کا استعمال کیا جائے، چنانچہ انہوں نے ملک وملت کو فائدہ پہونچانے کے لئے نہ صرف اپنی ذات کو، بلکہ اپنے رفقاء اور ملت اسلامیہ کے مختلف طبقات کو اس کام میں لگایا اور ان سے تعاون لیا۔

راقم نے قاہرہ کے زمانہ قیام (۱۹۷۵ء تا ۱۹۸۱ء) میں عین شمس یونیورسٹی کے کلیۃ التربیۃ سے جب بی ایڈ کا امتحان دینے کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع دیکر دعا کی درخواست کی تو حضرت نے غیر معمولی مسرت کا اظہار فرمایا اور بڑی دعاؤں سے نوازا، حضرت نے تحریر فرمایا کہ میرا جی بہت چاہتا ہے کہ اساتذہ کی تربیت کا نظام دارالعلوم میں قائم کیا جائے، حضرت کی یہ دلی تمنا پوری ہوئی اور معتمد تعلیم مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندویؒ کی زیر سرکردگی تربیت معلمین کا شعبہ قائم کیا گیا، اس سلسلہ میں ندوۃ العلماء کے موجودہ ناظم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے اساتذہ کے سامنے تعلیم وتربیت کے موضوع پر محاضرات دئے جو بعد میں کتابی شکل میں "سماج کی تعلیم وتربیت" کے عنوان سے اردو میں اور "مقالات فی التربیۃ والمجتمع" کے نام سے عربی میں شائع ہوکر مقبول ہوئے، آپ حضرات کا یہ اجتماع دراصل اسی تدریب اور عملی تربیت کی ایک شکل ہے جس میں عربی ادب وانشاء کی تدریس کے مختلف پہلوؤں پر محاضرات کے ذریعہ یہ بتانے کی کوشش ہوگی کہ آج کے بدلے ہوئے حالات میں نئی نسل کی تربیت اور ان کے اندر دعوتی روح پیدا کرنے کے لئے کیا راستے اختیار کئے جاسکتے ہیں"۔

پروگرام کی دوسری نشست میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے پروفیسر اور عربی زبان وادب پر متعدد کتابوں کے مصنف ڈاکٹر شفیق احمد ندوی نے "اللغة العربية: أهميتها ومميزاتها" کے موضوع پر محاضرہ دیا، ڈاکٹر صاحب نے اپنے محاضرے میں کہا کہ:

"عربی زبان ایک ترقی یافتہ اور زندہ زبان ہے، اس کا تعلق جتنا دین وشریعت سے گہرا ہے، اتنا ہی سماجی مسائل سے اس کا رشتہ مضبوط ہے، عربی زبان اقوام متحدہ کی سرکاری زبان ہے، اس زبان کی خدمت میں غیر عرب ممالک میں سب سے زیادہ ہندوستان کا رول رہا ہے، ڈاکٹر صاحب نے تدریس کے مثالی ونمائندہ منہج، نصاب کی نزاکت اور اس کی اصلاح، اور عربی زبان کی خصوصیات ووسعت جیسے جدید مصطلحات اور جدید تعبیرات سے عربی زبان کا مالامال ہونا، اشتقاق کی اہمیت اور اعراب کی انفرادیت، صوتیت، نیز اہم عربی مصادر ومراجع اور لغات جدیدہ پر تفصیلی روشنی ڈالی۔

پروگرام کی تیسری نشست مغرب بعد منعقد ہوئی جس میں جامعہ ملیہ میں عربی ادب کے پروفیسر ڈاکٹر ایوب تاج الدین ندوی نے "طرق التعبير والانشاء وأدواتهما" پر قیمتی محاضرہ پیش کیا۔

پروگرام کے دوسرے دن ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کا کلیدی خطاب ہوا، حضرت مولانا نے فرمایا:

"تعلیم کے نظام کی دو بنیادیں ہیں: افکار اور تجربات، ادھر کئی صدیوں سے ہمارے دینی حلقوں میں نظام تعلیم کی بنیاد افکار پر ہے، یورپ نے اپنے تعلیمی نظام کی بنیاد تجربات پر رکھی ہے، صحیح نظام تعلیم وہ ہے جو افکار اور تجربات دونوں پر مبنی ہو، تعلیم کے کچھ پہلو ایسے ہیں جن میں افکار کی ضرورت پیش آتی ہیں جبکہ کچھ پہلو ایسے ہیں جہاں تجربات سے مدد ملتی ہے، ہمارا نظام یہ ہے کہ ہم دونوں پہلو کو اختیار کرتے ہیں، جو تجربات ضروری اور مفید ہیں ہم انہیں اختیار کرتے ہیں، یورپ کا نظام تعلیم افکار و نظریات اور بالخصوص آسمانی نظریہ وفکر کا باغی ہے، ہمارے پاس آسمانی کامل نظریہ اور صحیح فکر وحی کی صورت میں دیا گیا ہے، جس کے دائرہ میں ہم کو رہنا ہے، ہم اس سے ہٹ نہیں سکتے، ہم حیوانی زندگی نہیں گزار سکتے، جبکہ یورپ کا دامن اس طرح آسمانی رہنمائی سے خالی ہے، اس کے نظام میں انسان آزاد ہے، اگر ہمیں ان کے یہاں کچھ احتیاط کا پہلو ملتا ہے تو وہ اس کو مجبوری سمجھتے ہیں ورنہ یورپ کی اصل فکر یہ ہے کہ انسان ہر طرح سے آزاد ہے، وہ حیوان کی بھی زندگی گزار سکتا ہے۔

مولانا مدظلہ نے یورپ کی تاریخ کی متعدد مثالیں پیش کیں جن میں انسان نے حیوانی طرز عمل کو اختیار کیا، لیکن اس پر کوئی نکیر کے بجائے اس کی حوصلہ افزائی کی گئی، اس لئے کہ یورپ کی مزاجی تشکیل ایسی رہنمائی سے عاری ہے جو انسان کو 'انسان' بناتی ہے، اسلامی تعلیمی نظام کی خوبی یہ ہے کہ وہ آسمانی نظریہ اور صالح تجربات دونوں کو جمع کرتا ہے، اور ہم اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ہمارے بہت سے تعلیمی ادارے ایسے ہیں جو خالص یورپین طرز تعلیم کو اختیار کرنا چاہتے ہیں، یورپ نے تعلیم کے میدان میں تجربات کئے ہیں، ان میں سے ایک تجربہ یہ بھی ہے کہ بچپن میں تعلیم کا اثر زیادہ پڑتا ہے جبکہ دوسرا تجربہ ان کا یہ ہے کہ آغاز جوانی میں اثر پذیری کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے، ان تجربات سے ہم کو تعلیمی میدان میں فائدہ اُٹھانا ہے۔

زبان سیکھنے میں دو ذریعے بہت اہم ہیں: ایک سننا اور دوسرا اسکا استعمال کرنا، بچہ اپنے ماں باپ کو بولتے ہوئے سنتا ہے اور ایک مرحلہ ایسا آتا ہے کہ وہ بعینہ اپنے ماں باپ کی طرح بولنے لگتا ہے، اگر کسی کی سننے کی صلاحیت ناقص ہے تو مشاہدہ ہے کہ اس کے نطق اور گویائی پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے، دوسرا جز استعمال ہے، استعمال سے الفاظ، اصطلاحات اور

محاورات کو صحیح موقع پر استعمال کرنے کی قدرت ہوتی ہے، صرف سننے اور پڑھنے پر اعتماد کرنے سے اور اس کے محل استعمال کو نہ جاننے کی وجہ سے انسان بڑی بھونڈی غلطیاں کرتا ہے، لہٰذا سننا اور اس کے صحیح استعمال کا جاننا یہی دونوں چیزیں زبان اور تعبیر وانشاء کی جان ہیں۔

تدریس پر گفتگو کرتے ہوئے مولانا نے کہا: زبان کی تدریس کے ابتدائی مرحلہ میں یہ ہونا چاہیے کہ استاذ طالب علم پر محنت کرے، اس کے بعد کے مرحلہ میں استاذ کو چاہیے کہ وہ طالب علم سے محنت کرائے، آج کل تدریس کا طریقہ القائی ہوگیا ہے، جس میں ساری محنت استاذ کی ہوتی ہے اور طالب علم کا کام صرف سننا ہوتا ہے، جس سے اس کی صلاحیتیں ٹھٹھر جاتی ہیں"۔

معتمد تعلیم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ:

"ندوۃ العلماء کا یہ امتیاز ہے کہ وہ دعوتی اغراض ومقاصد کے لئے زبان وادب کو اہمیت دیتا ہے، ندوۃ العلماء کے قیام کے وقت مدارس موجود تھے، درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا، اور متقدمین کی کتابوں کی تحقیق وتشریح کا کام بھی ہورہا تھا، اس میں کسی اضافہ کی ضرورت نہیں تھی، ندوہ کا مقصد زمانہ کے خطرات سے لوگوں کو واقف کرانا اور دعوت کا فریضہ انجام دینا تھا، دعوت کے جو وسائل ہیں ان میں ایک وسیلہ زبان وادب بھی ہے، زبان وادب افکار کی ترجمانی اور اس کو منتقل کرنے کا ایک ذریعہ ہے، شعور کی ترجمانی اور نقل کرنے کا ذریعہ زبان ہے، اور ادب تاثیر کا کام کرتا ہے، زبان کا دائرہ وسیع ہے، ادب کا دائرہ محدود ہے، ادب کا مرحلہ زبان کے بعد آتا ہے، زبان وادب میں یہ بنیادی فرق ہے جس کو بہت سے تعلیمی اداروں میں ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے، نصاب تعلیم میں دونوں کے درمیان اس فرق کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، ندوہ نے یہ امتیازی کام کیا کہ اس نے زبان کو الگ رکھا اور ادب کو الگ مقام دیا، اور دونوں کو اس کا صحیح مقام دیا، ندوہ نے دوسرا امتیازی کام یہ کیا کہ زبان کے جو اسالیب ہوتے ہیں، اور ہر دور کا ایک اسلوب ہوتا ہے، ندوہ کے نصاب میں جو کتابیں رکھی گئیں ان میں مختلف اسالیب کو ترتیب سے پیش کیا گیا ہے، جس کا نمونہ ہمیں "مختارات من أدب العرب" میں ملتا ہے، جب کہ دوسری کتابوں میں اس فرق کا خیال نہیں رکھا گیا ہے، آج زبان سکھانے کی حد تک بہت سے ادارے قائم ہوگئے ہیں، اور اس سلسلہ میں وہ کافی کام کررہے ہیں، لیکن یہ کوششیں خاص مقاصد (تجارتی، اقتصادی یا سیاسی) کے تحت کی جارہی ہیں، یہ کوششیں کامیاب بھی ہیں، ان میں مغربی تجربات سے بھی فائدہ اُٹھایا جارہا ہے۔

زبان کی بنیاد مشق وتمرین پر ہے، لکھنے سے لکھنا آتا ہے اور بولنے سے بولنا، مبرد نے اسی کو اس طرح ادا کیا ہے: "امرار اللسان و امرار القلم" زبان کی مشق اور قلم کی مشق، آج کل طلبہ کی تعداد کی کثرت یہ دیگر اسباب کی وجہ سے یہ دونوں مشقیں نہیں ہوپاتی ہیں، جس کی وجہ سے کمزور صلاحیتیں پیدا ہو رہی ہیں، ادب کا تعلق ذوق وجدان سے ہے، اور عربوں کی شاعری کو سمجھنے کے لئے قبائل کی تاریخ، خصوصیات، نفسیات، ان کے شعور، عقل اور مزاج سے واقف ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر ہم شعر کی نزاکت یہاں تک کہ عربی محاورات کو بھی نہیں سمجھ سکتے، نقد، تاریخ ادب اور قبائل کے حالات کو جانے بغیر ہم عربی ادب کو صحیح طریقہ سے نہیں پڑھا سکتے"۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے عربی زبان وادب کے اپنے طویل تدریسی خدمات اور تجربات پر مشتمل اپنے محاضرہ میں بخاری شریف کی پہلی حدیث "انما الأعمال بالنيات ....." کا عملی درس دیتے ہوئے فرمایا کہ:

مدرس کو درس دیتے ہوئے درج ذیل امور پر توجہ دینی چاہیے: ۱۔ نطق کی تصحیح ۲۔ اعراب کی تصحیح اور معانی پر اعراب کے اثرات ۳۔ صلات اور اس کے فوائد ۴۔ الفاظ ومصطلحات کی مکمل لغوی تحقیق و تشریح ۵۔ مفہوم کی صحیح ترجمانی، اسی طرح مولانا نے کہا کہ شعر پڑھاتے وقت مدرس کو چاہیے کہ شاعر، اس کی شاعری، اس کے دیوان کا تعارف پیش کریں، اور جس ماحول میں شعر کہا گیا اور جس کو مخاطب کیا گیا ہے، اس کی وضاحت کریں۔

مولانا نے اساتذہ کو ان کا بلند مقام یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ درس سے پہلے مدرس کو چند چیزوں پر توجہ دینی چاہیے، مثلاً نیت کی تصحیح، مطالعہ کا اہتمام، وقت کی پابندی، خیر خواہی کا جذبہ، اور افادہ کی صلاحیت، یہ تمام اوصاف مدرس کو مثالی مدرس بنادیتی ہیں، مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ عربی نص کی تشریح عربی ہی میں کی جائے، اس سے طالب علم کا فائدہ دوچند ہوجاتا ہے۔

جامعہ ملیہ کے پروفیسر ڈاکٹر شفیق احمد ندوی نے اپنے محاضرہ میں کہا کہ ہمارے لئے آئیڈیل معلم رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے، آپ ﷺ کی تعلیمات میں ہمیں درس کی وہ تمام خوبیاں مل جاتی ہیں جو آج تدریس کے جدید اصول سمجھے جاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے مختلف موقعوں پر اشاروں، نقشوں اور سوال و جواب کا طریقہ اختیار کیا ہے، جس سے ہمیں درس کو مفید اور دلچسپ بنانے کا سبق ملتا ہے، انہوں نے کہا کہ کسی بھی سبق میں ایک حصہ سبق کا اور تین حصہ مشق وتمرین کا ہونا چاہیے، اس کے بغیر درس مکمل نہیں ہوسکتا، انہوں نے کہا کہ درس کی کیفیت ایسی ہونی چاہیے جیسے طالب علم اور مدرس فٹبال کھیل رہے ہوں، کہ مدرس اپنی معلومات پیش کرے اور طالب علم اپنے سوالات اور اعتراضات پیش کرے، انہوں نے تدریس میں جدید وسائل کو اختیار کرنے پر زور دیا، اور ایک مدت کے بعد نصاب کے جائزہ کو ضروری قرار دیا، انہوں نے مختلف ادوار میں رائج تعلیم کے مختلف طریقوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ صحیح طریقۂ تعلیم وہ ہے جو براہ راست ہو، جو طالب علم کے ذہن

کو اپیل کرنے والا، اس میں شوق پیدا کرنے والا اور اس کی صلاحیتوں کو کھولنے والا ہو۔

دوسری نشست عصر بعد منعقد ہوئی، یہ نشست نمائندگان کے تاثرات، تدریس کی راہ میں حائل مشکلات اور تبادلۂ خیال کے لئے منعقد کی گئی تھی، اس نشست میں عربی زبان وادب کے موجودہ نصاب کو بہتر سے بہتر بنانے کی شکلوں پر غور کیا گیا اور نمائندگان نے کھل کر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

پروگرام کی تیسری نشست مغرب بعد منعقد ہوئی جس میں جامعہ ملیہ میں عربی ادب کے پروفیسر ڈاکٹر ایوب تاج الدین ندوی نے ترجمہ نگاری اور اس کی مشکلات پر اپنا قیمتی محاضرہ پیش کیا۔

تیسرے اور آخری دن کے پروگرام میں پہلا محاضرہ پروفیسر احتشام احمد ندوی نے "نقدِ ادب" کے موضوع پر پیش کیا، انہوں نے اپنے محاضرہ میں بتایا کہ عربوں کی زبان دانی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے یونان کے علوم کو اپنی زبان میں منتقل کیا، لیکن انہوں نے یونانی ادب کو ہاتھ نہیں لگایا، اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو سب سے بڑا ادیب سمجھتے تھے، انہوں نے یونانی طریقۂ تنقید اور عربی تنقید پر روشنی ڈالی، اور قرآن کے اعجاز کو اجاگر کیا۔

دوسرا محاضرہ ڈاکٹر تقی الدین فردوسی ندوی نے پیش کیا جنہوں نے تقریباً نصف صدی عالم عرب میں عربی زبان وادب کی تعلیم دی ہے، انہوں نے اپنے محاضرہ میں کہا کہ ہم فصیح عربی زبان سیکھتے ہیں اور بولتے ہیں، اکیاون سال تک میں عربوں کے بیچ میں رہا ہوں اور میں نے وہاں پر زبان میں جو ترقی وتبدیلی ہو رہی ہے، اس کو بہت قریب سے دیکھا ہے، میں نے محسوس کیا ہے کہ عرب دیہات میں صحیح اور اصلی زبان موجود ہے اور وہاں مجھے زبان کی بہت سی باریکیوں کا پتہ چلا، فصیح زبان کی اہمیت آج بھی ویسے ہی قائم ہے، عرب ممالک کے مابین جو چیز رابطے کا کام کرتی ہے وہ یہی فصیح زبان ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (ہم ہی نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے)۔ اس آیت میں بڑے رموز ہیں، ان ہی میں سے ایک فصیح زبان کی حفاظت ہے، عربی زبان کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ وہ دنیا کی ہر چیز کا احاطہ کرتی ہے، عربی زبان صرف مذہب تک محدود نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے مختلف عربی ممالک میں لہجوں کے اختلاف کو مثالوں سے واضح کیا، اور اس پر روشنی ڈالی کہ عرب ممالک میں کام کرنے کے لئے ان فروق سے واقف ہونا ضروری ہے۔

اس پروگرام کا آخری محاضرہ معتمد تعلیم مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی نے پیش کیا جو مسک الختام تھا، انہوں نے اپنے محاضرہ میں کہا کہ ادب کے مطالعہ کا صحیح منہج یہ ہے کہ ادبی نص کو ماحول اور صاحب نص کی ذات کو جوڑ کر نصوص کا مطالعہ کیا جائے، قدیم رجحان یہ ہے کہ نص فی نفسہ قابل مطالعہ ہے، اور اسی سے اس کا معیار متعین ہو سکتا ہے، جدید رجحان یہ ہے کہ ادب کا مطالعہ ادیب کی ذات اور ماحول کے سیاق میں کرنا چاہیے، موجودہ دور میں ادب کے ساتھ علم الاجتماع اور علم النفس کو جوڑ دیا گیا ہے، اس لئے ادیب کی نشأت، جس ماحول میں اس کی پرورش و پرداخت ہوئی، اس کے رجحانات وخیالات، اس کی نفسیات کے مطالعہ کے بغیر ہم اس کے کلام کو نہیں سمجھ سکتے، متنبی کے شعر کو کوئی اس وقت تک نہیں سمجھ سکتا جب تک وہ متنبی کی ذات، اس کے حالات، اور اس کے تجربات سے واقف نہ ہو۔

مولانا نے کہا کہ ادب زمانہ اور ادیب کی تصویر ہوتا ہے، عصر کی تبدیلی سے ادب میں تبدیلی آئی ہے، عصر عباسی کی شاعری عصر جاہلی سے مختلف ہے، اسی لئے ادب کے استاذ کے لئے تاریخ اور مصادر تاریخ سے واقف ہونا ضروری ہے، اسالیب کی تبدیلی کے اسباب سے واقف ہونا ضروری ہے، اس موقع پر مولانا نے متنبی کی شاعری اور ابوالعلاء المعری کی شاعری پر ناقدین کے آراء کا تذکرہ کرتے ہوئے متنبی کے اشعار اور اس کی زندگی کے حالات سے ثابت کیا کہ متنبی کا صحیح نظر حصول زر نہیں، بلکہ جاہ ومنصب تھا، مولانا نے نص کو سمجھنے کے لئے جن کتابوں سے مدد لی سکتی ہے، ان میں اہم کتابوں کا تعارف پیش کیا، مولانا نے کہا کہ عربوں کے حالات کو سمجھنے کے لئے آلوسی کی کتاب "بلوغ الأرب في معرفة العرب" رافعی کی کتاب "تاریخ آداب العرب" اور جواد علی کی کتاب "المفصل لتاریخ العرب قبل الاسلام" کا مطالعہ مفید ہے، اسلوب کی تبدیلی کو سمجھنے کے لئے انیس مقدسی کی کتاب "تطور الأساليب النثرية" عربی زبان کی خصوصیات کے لئے ثعالبی کی "فقه اللغة" جس میں الفاظ کے معنوی فرق کو بیان کیا گیا ہے، اور عبدالوافی کی کتاب "فقہ اللغۃ" کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

مولانا نے فروق اللغۃ پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ عربی میں ایک مفہوم کے لئے کئی سو لفظ ہیں اور بعض الفاظ ایسے ہیں جن کے کئی سو معانی ہیں، بعض مفاہیم کی ادائیگی کے لئے عربی زبان میں ڈھائی سو لفظ ہیں، یہ عربی زبان کی وسعت کی دلیل ہے، بعض الفاظ میں ہیئت اور بعض میں کیفیت کے لحاظ سے فرق پڑ جاتا ہے، شاعری میں ابن قتیبہ کی کتاب "الشعر والشعراء" اور ابن قدامہ کی کتاب "نقد الشعر" کو دیکھنا چاہئے۔

اخیر میں مولانا نے کہا کہ ادب کے مصادر یا اصول چار ہیں: ۱۔ جاحظ کی "البيان والتبيين" (اسلوب بیان) ۲۔ مبرد کی کتاب "الكامل" (لغت ونحو) ۳۔ ابن قتیبہ کی کتاب "أدب الكاتب" (الفاظ کی تحقیق) ۴۔ ابوعلی قالی کی کتاب "أمالي" (لغت ونحو)۔

پروگرام کی اختتامی نشست میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے بصیرت افروز خطاب فرمایا، مولانا مدظلہ نے فرمایا:

"استاذ کی حیثیت مرجع وماٰخذ کی ہوتی ہے، طلباء اساتذہ کے پاس امانت ہوتے ہیں، اس امانت کی صحیح حفاظت اور صحیح ادائیگی یہ ہے کہ ہم طلباء کو صحیح اور پختہ علم عطا کریں، علم نام ہے حقیقت کے

انکشاف کا، حقیقی علم وہی ہے جو پختہ ہو جس پر صاحب علم کو یقین ہو، البتہ وہ معلومات جو شک و تردد پر مبنی ہو اور قرائن سے حاصل ہو وہ قرآنی تعبیر میں علم نہیں بلکہ "ظن" ہے، تو اساتذہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کو پختہ علم دیں، اس کے لئے استاذ کو اپنے علم میں اضافہ کرنا پڑے گا، اپنے موضوع پر بھرپور تیار ہونا ہوگا، اپنے علم پر قناعت سے گریز کرنا ہوگا، دوسروں سے استفادہ کو بڑھانا ہوگا، طالب علم اس سے پورا فائدہ اُٹھائے، اس کے لئے پڑھانے میں وہ طریقہ اختیار کرنا ہوگا جس سے طالب علم کے اندر محنت کا جذبہ اور شوق پیدا ہو جائے، طالب علم کو مجبور کیا جائے کہ وہ مطالعہ کر کے آئے اور بعد یاد کرنے کے جو طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں اس کو اختیار کرے، استاذ کی یہ ذمہ داری ہے کہ طالب علم کو "علم" حاصل ہو نہ کہ "ظن"۔

موجودہ زمانہ میں علم معاش کا ذریعہ بن گیا ہے، اس لئے علم کو پختہ طور پر حاصل نہیں کیا جاتا ہے، یہ علم کی ناقدری ہے، علم کے ذریعہ معاش کو حاصل کرنا ممنوع نہیں ہے، لیکن ضروری یہ ہے کہ علم کو اس مقام اور معیار پر فائز کیا جائے جو اس کے لئے اللہ نے متعین کیا ہے: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ (ہمارے حقیقی فرمانبردار اور ڈرنے والے وہی لوگ ہیں جو اہل علم ہیں)۔ اللہ تعالیٰ نے اہل علم کا مقام کتنا بلند کر دیا ہے، آج صورتحال یہ ہے کہ علم یا تو "ظن" بن گیا ہے یا پھر ذریعہ معاش بن گیا ہے، لہٰذا ہمیں علم کا صحیح مقصد طے کرنا چاہیے، اس سے ہمیں محنت کا جذبہ پیدا ہوگا، اور مشکلات آسان ہوں گی، اہل یورپ کو بھی اعتراف ہے کہ جب سے علم ذریعہ معاش بن گیا ہے تب سے علم کا مقام فروتر ہے، لہٰذا ہم کو علم کا صحیح مقام متعین کرنا چاہیے، اور علم کا صحیح مقام اور معیار یہ ہے کہ وہ اللہ کی خشیت پیدا کرے، مختلف علوم کے سیکھنے کے مختلف طریقے ہوتے ہیں، زبان وادب کے سیکھنے کا تعلق عمل سے زیادہ ہے، زبان آئینہ ہے انسان کی عملی زندگی کا، زندگی کی جو مختلف کیفیات ہوتی ہیں، زبان میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ ان کیفیات کو بھی ادا کرتی ہے، الفاظ میں یہ کیفیات معاشرہ سے آتی ہیں، لہٰذا ہم کو زبان اس طرح سیکھنی چاہیے کہ ہم الفاظ کے معانی کے ساتھ، اس کی کیفیات کو بھی سمجھ سکیں، یہ مرحلہ زبان کی تعلیم کے بعد ادب کی تعلیم میں پیش آتا ہے"۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ پروگرام کے اختتام میں عمید کلیۃ اللغۃ العربیۃ مولانا نذر الحفیظ ندوی نے تجاویز پیش کی، اس سہ روزہ ورکشاپ کی تمام نشستوں کی نظامت وکیل کلیۃ اللغۃ العربیۃ مولانا محمد علاء الدین ندوی نے کی۔

تجاویز

عربی زبان وادب کے طریقۂ تدریس پہ یہ سہ روزہ ورکشاپ جو دار العلوم اور ملک کے تقریباً ۸۲ مدارس کے عربی زبان وادب کی تعلیم دینے والے مدرسین کے لیے منعقد کیا گیا، الحمد للہ کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا، ہم اس کی کامیاب نشستوں پہ خدا کے حضور سراپا شکر وسپاس ہیں اور ذمہ داران و مربیان ندوۃ العلماء کی خدمت میں نذرانہ تشکر پیش کرتے ہیں، اور مندوبین وحاضرین کے تاثرات اور اہل علم کے محاضرات کی روشنی میں مندرجہ ذیل سفارشات وتجاویز پیش کرتے ہیں۔

۱۔ عربی زبان وادب کا معاملہ علوم اسلامیہ کے لئے بنیادی حیثیت کا حامل ہے، یہ ورکشاپ شریک ورکشاپ مدارس کے مندوبین اور ان کے اساتذہ و نظماء سے خاص طور سے اور دیگر مدارس دینیہ سے عام طور سے سفارش کرتا ہے کہ عربی زبان کی تدریس میں لسانیات کے اصولوں اور عربی ادب کی تدریس میں ذوق ووجدان اور نصوص کے عہد اور صاحب نص کی خصوصیات پر نظر رکھتے ہوئے عربی زبان وادب کے درس کو مفید تر بنایا جائے۔

۲۔ یہ ورکشاپ اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ اساتذہ اپنے طلباء کے لئے آئیڈیل ہوتے ہیں اور طلبہ ان ہی سے اپنی علمی وادبی تشنگی بجھاتے ہیں، لہٰذا اساتذہ کو چاہئے کہ اپنے منصب ومقام کو دھیان میں رکھتے ہوئے طلبہ کی فہم وصلاحیت اخذ واستفادہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے معیار درس کو مفید سے مفید تر بنائیں۔

۳۔ ورکشاپ کے شرکاء نے اس احساس کا اظہار کیا کہ نصاب تعلیم وقت وحالات کی تغیر پذیری کے ساتھ تغیر کا محتاج ہوتا ہے، مسلمانوں کی تاریخ میں اسی کے مطابق ہوتا رہا اور آج سے سوا سو سال قبل ندوۃ العلماء کے بصیرت مند بانیوں نے اس کی اہمیت کی طرف خصوصی توجہ دلائی اور اس پر عمل کرنے کا ثبوت بھی دیا ہے، ورکشاپ کے شرکاء اس عمل کو خصوصی توجہ کے ساتھ جاری رکھنے کی پوری اہمیت دیں خاص طور پر زبان وقواعد سکھانے والی نصابی کتب پہ غور وفکر کیا جاتا رہنا چاہئے۔

۴۔ یہ ورکشاپ تجربہ کار محاضرین اور مندوبین و حاضرین کے تاثرات کے تناظر میں اس احساس کا بھی اظہار کرتا ہے کہ نصاب درس کی کتابوں میں تمرینات اور تدریب علمی کا پورا خیال رکھنا ضروری ہے اس کی طرف خصوصی توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

۵۔ انشاء، نحو، صرف اور بلاغت کے موضوع پر عالم عربی میں جو کام ہوا ہے اس سے استفادہ کی بھی ضرورت ہے تعلیمی کمیٹی کو اسکو بھی اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے۔

۶۔ یہ ورکشاپ عربی زبان کے معاملہ میں طلباء کے موجودہ معیار کو تشویش کی نظر سے دیکھتا ہے، اسی کے ساتھ اس امر کی سمت توجہ دلانا چاہتا ہے کہ علیا درجات میں تدریس کو حتی الوسع عربی زبان کے ذریعہ اختیار کیا جائے۔ خاص طور پر عالمیت اور علیاء کے درجات میں زبان وادب کی تعلیم میں اس پر عمل کیا جائے۔

۷۔ یہ ورکشاپ اپنی حالیہ کامیابی کے تناظر میں یہ سفارش کرتا ہے کہ ندوۃ العلماء کے ان ملحقہ مدارس میں جہاں عالمیت کے درجات ہیں، وہاں بھی بدل بدل کے اس طرز کا سالانہ پروگرام منعقد کیا جایا کرے تاکہ اس کی افادیت کا دائرہ کار وسیع ہو سکے۔

☆☆☆☆☆

اہل خیر حضرات کی خدمت میں

رمضان المبارک میں ندوۃ العلماء کے لیے مالی تعاون حاصل کرنے کی غرض سے جن اساتذہ ومحصلین کو جس شہر یا علاقہ میں بھیجا جارہا ہے اس کی تفصیل ذیل میں دی جارہی ہے، اہل خیر حضرات سے تعاون کی درخواست ہے۔

(مفتی) محمد ظہور ندوی

نائب ناظم وناظر شعبۂ تعمیر وترقی، ندوۃ العلماء لکھنؤ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	عہدہ	علاقہ
۱	قاری فضل الرحمٰن صاحب ندوی	استاذ شعبۂ حفظ	ممبئی
۲	حافظ عبدالواسع صاحب	استاذ شعبۂ حفظ	مالیگاؤں، ممبئی
۳	مولانا عبدالشکور صاحب ندوی	استاذ معہد دارالعلوم (سکروری)	ممبئی
۴	مولانا محمد اسمٰعیل صاحب ندوی	استاذ معہد (مہپت مئو)	ممبئی
۵	مولانا محمد اسلم صاحب مظاہری، مولانا محمد عرفان صاحب ندوی	استاذ دارالعلوم، استاذ معہد (مہپت مئو)	مدراس، وجے واڑہ
۶	مولانا محمد قیصر حسین صاحب ندوی	استاذ دارالعلوم	سورت، دھولیہ، واپی، بلساڑ
۷	مولانا شفیق احمد صاحب باندوی ندوی	استاذ معہد دارالعلوم (سکروری)	پٹن، پالن پور واطراف
۸	حافظ محمد عقیل صاحب قاسمی	استاذ شعبۂ حفظ	حیدرآباد
۹	حافظ محمد ہاشم صاحب قاسمی	استاذ شعبۂ حفظ	اورنگ آباد، جالنہ، پونہ، احمد نگر
۱۰	مولانا محمد انیس صاحب ندوی، مولانا محمد شاکر صاحب ندوی	اساتذۂ دارالعلوم	بھٹکل، شموگہ، تمکور
۱۱	مولانا رشید احمد صاحب ندوی، مولانا زہیر احسن صاحب ندوی	استاذ دارالعلوم، استاذ معہد (سکروری)	بنگلور
۱۲	مولانا مفتی محمد مستقیم ندوی، مولانا مفتی ساجد علی ندوی، مولانا اکرام الدین صاحب	استاذ دارالعلوم، معاون علمی دارالقضاء، محصل شعبہ	کلکتہ
۱۳	قاری عبداللہ خاں صاحب ندوی	استاذ شعبۂ قرأت دارالعلوم	دہلی
۱۴	مولانا عبدالسلام صاحب ندوی	استاذ معہد (مہپت مئو)	دہلی
۱۵	مولانا محمد اسلم صاحب ندوی	استاذ معہد دارالعلوم (سکروری)	پٹن، جوناڈیسہ، چھاپی، پالن پور
۱۶	مولانا مسعود احمد صاحب ندوی	استاذ معہد دارالعلوم (سکروری)	کانپور
۱۷	مولانا شکیل احمد صاحب ندوی	محرر معہد دارالعلوم (سکروری)	الٰہ آباد
۱۸	مولانا شمیم احمد صاحب ندوی	استاذ دارالعلوم	حیدرآباد، نظام آباد
۱۹	مولانا محمد امجد صاحب ندوی	استاذ دارالعلوم	سنبھل واطراف

۲۰	مولانا مشہود السلام صاحب ندوی	استاذ دارالعلوم	پٹنہ، پھلواری شریف، بہار شریف، مغلسرائے
۲۱	مولانا جواد الحسن صاحب ندوی	استاذ مکتب	بیگوسرائے، بھاگلپور، کھگڑیا، مظفرپور وغیرہ
۲۲	مولانا محمد زبیر اعظمی صاحب ندوی	استاذ مکتب	مالدہ، مرشدآباد (بنگال)
۲۳	جناب بسم اللہ خاں صاحب	ناظر مطبخ معہد (سکروری)	گونڈہ، بہرائچ، بلرامپور، شراوستی نگر
۲۴	مولانا محمد نسیم صاحب ندوی	استاذ معہد (مہپت مئو)	کانپور، سندیلہ، غوث گنج
۲۵	مولانا بشیر الدین صاحب	استاذ مکتب	لکھنؤ (شہر)
۲۶	مولانا محمد امتیاز صاحب ندوی	استاذ معہد (مہپت مئو)	لکھنؤ (شہر)
۲۷	قاری بدرالدین صاحب ندوی	استاذ شعبۂ حفظ	لکھنؤ (شہر)
۲۸	حافظ مبین احمد صاحب	استاذ مکتب	لکھنؤ (شہر)
۲۹	مولانا عبدالمتین صاحب ندوی	استاذ معہد دارالعلوم (سکروری)	امروہہ، مرادآباد
۳۰	مولانا عبدالقدوس صاحب قاسمی	محصل شعبہ	بنارس، بھدوہی، مرزاپور
۳۱	حافظ عبدالمبین خاں صاحب	محصل شعبہ	سیتاپور، کانپور
۳۲	مولانا ساجد علی صاحب ندوی	محصل شعبہ	کرناٹک کے اضلاع
۳۳	مولانا حفظ الرحمٰن احمد صاحب تھانوی	محصل شعبہ	آسام، جھارکھنڈ وبہار
۳۴	مولانا محمد رضوان صاحب قاسمی	محصل شعبہ	احمدآباد، گجرات
۳۵	حافظ امین اصغر صاحب	محصل شعبہ	علی گڑھ، آگرہ، فیروزآباد، سہارنپور، بلند شہر، سکندرآباد
۳۶	مولانا سید عنایت اللہ صاحب ندوی	استاذ دارالعلوم	اندور، اجین
۳۷	مولانا علیم الدین صاحب ندوی	محصل شعبہ	رتناگیری، ستارا، پونہ
۳۸	مولانا محمد مسلم صاحب مظاہری	محصل شعبہ	رامپور، مظفرنگر، میرٹھ، بجنور، نجیب آباد
۳۹	مولانا محمد عقیل صاحب ندوی	استاذ مکتب شہر	چمپارن، دربھنگہ، سستی پور، پٹنہ وغیرہ
۴۰	مولانا عبدالرحیم صاحب ندوی	محصل شعبہ	ناگپور، بھوپال
۴۱	مولانا مفتی محمد ظفر عالم صاحب ندوی	استاذ دارالعلوم	پٹنہ واطراف
۴۲	مولانا اسرار الحق صاحب ندوی	استاذ مکتب شہر	لکھنؤ (شہر)
۴۳	مولانا عبدالعزیز صاحب ندوی	محرر دفتر نگران اعلیٰ	رڑکی، جوالاپور، دہرہ دون
۴۴	مولوی عبدالکبیر صاحب فاروقی	استاذ معہد (مہپت مئو)	کاکوری واطراف لکھنؤ
۴۵	حافظ ثناء اللہ صاحب	محصل شعبہ	ناگپور، بھیونڈی، ممبئی

☆☆☆☆☆☆

Complet Family Footwear

Royal

King
Footcare

RED CHIF, WOODLAND, SPARX

Tel. : 0522-3067961
Mobile : 9935719012

Akbari Gate
SS Plaza, Sec-1, L.D.A. Colony, Aashiana,
Near Vishal Mega Mart, Lko.
H.I.G.-3, Sextor-A, Ram Ram Bank, Aliganj
B-5, Basement, Arif Chamber-1 Aliganj
Arif Chamber-1, Kapoorthala Aliganj

ماہ مبارک کی عبادت مبارک مبارک!
روزِ عید کی مسرت مبارک مبارک!

پروپرائٹر: ولی اللہ

ولی اللہ جویلرس

WALIULLAH
Jewellers

ALL KINDS OF GOLD, SILVER
& DIAMOND JEWELLERY

Mob. 9415090544, 9936672278
Phone : 0522-2627446 (S)
e-mail : waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow

CAFE FIRDOS
کیفے فردوس
Partly Air Condition
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel.: 23424781 - 23459921
145, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-400003

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں

ممبئی کے قارئین "تعمیرِ حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیرِ حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S.V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele Add Cupkettle
Ph: 23460220-23468708

MAQBOOL JEWELLERS
مقبول جوہرس
Shop No. 5, 11 Gali Market, Mahanagar Lucknow
Ph: 0522-4000130 (S) - 4001130

Mohd. Zubair
Mohd. Salman
0522-2618629
09415028247
09919091462
Sahara
FOOTWEAR
wholesale
35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-18

Contact
Mr. M. Aleq : 9919035087
Mr. M. Imran : 9415757256
Mr. M. Zeeshan : 9044555611
Phone: 0522-3058047

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابلِ اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirt, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers,
Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں قابل بھروسہ

menmark®
Men's Exclusive
MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow-226001

NADWATUL-ULAMA
PO. BOX 93, TAGORE MARG, LUCKNOW
226007 U. P. (INDIA)
Phone : 0522-2741231

ندوۃ العلماء
پوسٹ باکس ۹۳، ٹیگور مارگ، لکھنؤ
۲۲۶۰۰۷ یوپی (ہند)
فون نمبر : ۰۵۲۲-۲۷۴۱۲۳۱

Date _____ باسمہٖ تعالیٰ تاریخ _____

اہل خیر حضرات سے اپیل

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی ناظم ندوۃ العلماء کی سرپرستی میں اپنی علمی و دینی خدمت میں مصروف ہے، طالبان علوم دین کی کثرت کی وجہ سے دارالعلوم میں طلباء کی رہائش کا بڑا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے جس کی وجہ سے سال گزشتہ داخلے محدود کرنے پڑے اور جدید طلباء کی ایک بڑی تعداد مایوس ہوکر واپس ہوگئی، اس صورت حال کو دیکھ کر مجلس انتظامیہ ندوۃ العلماء نے جدید دارالاقامہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسہ پر یہ تعمیر شروع کرادی گئی ہے۔

اس جدید دارالاقامہ میں جو تین منزلہ ہوگی ساٹھ کمرے اور تین ہال ہوں گے تاکہ طلباء کی رہائش کے ساتھ دیگر تعلیمی مصروفیات کی تکمیل ہوسکے۔

اس تعمیر پر مبلغ -/2,35,00000 (دو کروڑ ۳۵ لاکھ) روپے اور ایک کمرہ پر تقریباً چار لاکھ روپے کے خرچ کا تخمینہ ہے جو انشاء اللہ اہل خیر حضرات کے تعاون سے پورا ہوگا، ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اس اہم ضرورت کی طرف فوری توجہ فرمائیں گے اور ندوۃ العلماء کے کارکنوں کا ہاتھ بٹائیں گے تاکہ طلباء علم دین دلجمعی کے ساتھ حاصل کرسکیں، ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے کہ اس کی مدد سے یہ اہم کام تکمیل کو پہنچے گا،

وما ذلک علی اللہ بعزیز.

(مولانا مفتی) محمد ظہور ندوی — نائب ناظم ندوۃ العلماء
(مولانا) محمد واضح رشید ندوی — معتمد تعلیم ندوۃ العلماء
(پروفیسر) اطہر حسین خالدی — معتمد مال ندوۃ العلماء
(مولانا) سعید الرحمٰن اعظمی ندوی — مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء
(مولانا) محمد حمزہ حسنی ندوی — ناظر عام ندوۃ العلماء

نوٹ: چک/ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں: **NADWATUL ULAMA**

(State Bank of India Main Branch, Lucknow.)

بلڈنگ کھاتہ 10863759733 عطیہ کھاتہ 10863759711 زکوٰۃ کھاتہ A/C NO.10863759766

اور اس پتہ پر ارسال کریں:

NAZIM NADWATUL ULAMA,
P.O. BOX NO. 93, TAGORE MARG,
LUCKNOW - 226007 (U.P.)

Phone : (91-522) 2741231, 2741316, 2740151, Fax : 2741221
E-mail address : nadwa@sancharnet.in/ website : www.nadwatululam.org.

Postal Regd. No. LW/NP/63/2012TO2014
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071
Despatch Date, 10-12 / 25-27
Vol. No. 49 Issue No.17

Fortnightly
TAMEER-E-HAYAT
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off. : 0522-2740406
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in
10 July, 2012

Almas TM
Lucknowi Libas

Classic Chikan Garment

اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
لکھنؤ چکن ملبوسات کا قابل اعتماد نام

الماس
لکھنوی لباس

ہر موسم کے لئے زنانہ، مردانہ چکن گارمنٹس کا شاندار ذخیرہ
تھوک و پھٹکر

House of Chikan Garment, Designer Collection, Ladies Top & Kurtie, Saree, Dress Material, Shawl Pashmina Scarves, Gents Kurta, Sherwani Girls & Boys Dress. . . .

ALMAS COTTAGE INDUSTRIES
Manufacturer, Exporter, Whole Seller & Retailer
SHOWROOM: Regency Awadh Bldg., Chowk, Gol Darwaza, Opp. Lohiya Park, Lucknow - 226003 U.P. (INDIA)
Tel.: 0522-4025367, 3235335 Email: almaslucknowilibas@gmail.com
FACTORY: ALMAS HOUSE, Plot No. 140-143, New Friends Colony, Sector-6, Janki Puram Ext., Lucknow - 226024 INDIA

Quba Awning
Demo Tent And Awining

ایم۔ کے۔ ملک

قبا اوننگ

مینوفیکچررس

ٹیررس اوننگ۔ ونڈو اوننگ = ڈوم اوننگ
فکس اوننگ - لان اوننگ - ڈیموٹینٹ

چندراول، (نزد سی آر پی ایف سینٹر) سروجنی نگر، لکھنؤ
Chandrawal (Near C.R.P.F. Group Center) Sarojni Nagar, Lucknow
Tel : (W)0522-2817580 - (W)0522-2817759 - 0522-3211701
Mob.: 9335236026 - 9839095795 - E-mail: qubaawningup@yahoo.com

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ

خوشبودار عطریات

روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر،
فلور پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب،
عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ

: کی ایک قابل اعتماد دوکان :

ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

تیار کردہ

اظہار سن پرفیومرس

اکبری گیٹ، چوک لکھنو
برانچ: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج

IZHARSON PERFUMERS
H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow.
Tel : 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell:91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

Designed By : Future Graphix, Lko. Mobile : 8953394667 - 7860632916

Editor *Shamsul Haq Nadwi*, Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph: 9415100085